شرک کی مذمت

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دوست یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی ہے:

((لَاتُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَإِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَاتَتْرُكْ صَلَاةً مَكْتُوْبَةً مُتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا، مُتَعَمِّدًا، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةٌ وَلَاتَشْرَبِ الْخَمْرَ فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ)) [ابن ماجه: ٤٠٣٤]

''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنانا چاہے تجھے ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے یا تجھے آگ میں جلا دیا جائے اور فرض نماز کو قصداً نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے قصداً فرض نماز کو چھوڑ دیا تو اس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ اٹھ گیا اور شراب بھی نہ پینا کیونکہ یہ ہر برائی کا دروازہ کھولنے والی چیز ہے۔''

حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحت

جو نصیحت حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لیے کی ہے وہی نصیحتیں ہمیں بھی اپنی اولاد کے لیے کرنی چاہئیں کیونکہ حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت میں ان تمام اسلامی آداب واخلاق کا ذکر ہے جس پر عمل کرنا تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو مرد ہو یا عورت اس لیے والدین کے لیے ضروری ہے وہ سب سے پہلے اپنے اخلاق وآداب کو اسلام کے مطابق بنائیں کیونکہ بچے کی پہلی درسگاہ اس کا گھر ہی ہوتا ہے اگر والدین نماز کے پابند ہوں اور گھر میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوں تو اس کا اولاد پر ضرور اثر پڑتا ہے اور اگر گھر میں چوبیس گھنٹے ٹی وی پر موسیقی اور فلمیں عام ہونگی اور گھر میں باپ بیٹا بہن بھائی ماں بیٹی سب ایک کمرے میں بیٹھ کر فلم دیکھتی ہوں خصوصا فحش اور عریانی زیادہ ہو تو ایسے والدین کے لیے اپنی اولاد کے نیک ہونے کی امید رکھنا فضول ہے جس گھر میں اس طرح کی بے حیائی عام ہو تو اس گھر میں نہ سکون ہوگا نہ ان کی مال میں برکت ہوگی اور نہ اتفاق واتحاد رہے گا بلکہ ہمیشہ جھگڑا فساد ہوتا رہے گا۔

اس لیے والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو سب سے پہلے نماز کا پابند بنائیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کے لیے حکم فرمایا کہ جب بچوں کی عمر سات سال ہو جائے تو انہیں نماز کی تعلیم دیں اور دس سال کی عمر کے بعد اگر نماز نہ پڑھیں تو انہیں سزا دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

《 مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ 》

''اپنے بچوں کو جب وہ سات سال کے ہو جائیں تو نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں نماز نہ پڑھنے پر مارو اور ان کے بستر الگ کردو۔'' [ابوداود: ۴۹۵]

لیکن آج کل ہم گھروں میں دیکھتے ہیں بچوں کے پیپر شروع ہوں تو والدین ڈنڈے کے ذریعے تیاری کراتے ہیں جب کہ نماز نہ پڑھے تو کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا، چاہے بیٹا ہو یا بیٹی بالغ ہو یا نابالغ اولاد کے لیے سب سے بہترین تحفہ تعلیم وتربیت ہے جسے ماں باپ اپنی اولاد کے لیے مہیا کرتے ہیں اب ہم غور کریں کہ حضرت لقمان نے بیٹے کے لیے کیا نصیحت کی

حضرت لقمان کی پہلی نصیحت: ﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ [لقمان: ۱۳] ''اور جب کہ لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

دوسری نصیحت: يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ)) [لقمان ۱۶] ''پیارے بیٹے اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ بھی خواہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اسے اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبردار ہے۔''

تیسری نصیحت: ﴿يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ [لقمان: ۱۷] ''اے میرے پیارے بیٹے تم نماز قائم رکھنا اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا برے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تم پر آجائے صبر کرنا یقین مان کہ یہ بڑے حوصلے کے کاموں میں سے ہے۔''

چوتھی نصیحت: ﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾ [لقمان: ۱۸] ''لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا اور زمین پر اکڑ کر بھی نہ چلو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی متکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔''

پانچویں نصیحت: ﴿ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ﴾ [لقمان: ۱۹] ''اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو پست رکھو یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھے کی آواز ہے۔''

[ابوعمار عبدالرحمٰن بلتستانی]

فہرست

ذکر الٰہی

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا o هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ﴾ [الاحزاب:۴۲-۴۳]

’’مسلمانو اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرو اور صبح وشام اس کی پاکیزگی بیان کرو وہی ہے جو تم پر اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جائے اور اللہ تعالیٰ مؤمنوں پر بہت ہی مہربان ہے۔‘‘

ذکر الٰہی کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا:

《اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَافِیْهَا اِلَّاذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ 》[ترمذی: ۲۳۲۲]

’’یہ حقیقت یاد رکھو کہ دنیا ملعون ہے اور دنیا کا سب ساز وسامان بھی ملعون ہے اگر کوئی چیز اس سے مستثنیٰ ہے تو وہ ذکر الٰہی اور وہ شخص ہے جو ذکر الٰہی کا حامل ہو۔ اسی طرح جو عالم اور متعلم ہو۔‘‘

افضل ذکر

ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا کر کے صبح سویرے اس کے پاس سے نکل کر باہر تشریف لے گئے۔ جب کہ وہ اپنی جگہ پر تھی جہاں اس نے نماز ادا کی۔ بعد ازاں آپ واپس تشریف لائے تو تب بھی وہ اسی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے ہاں سے جانے کے بعد میں نے چار کلمات تین بار کہے ہیں اگر ان کلمات کا وزن ان کلمات سے کیا جائے جو تو نے صبح سے کہے ہیں تو ان پر یہ کلمات غالب ہوں گے۔

《سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَانَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ 》[مسلم:۲۷۲۶]

’’اللہ تعالیٰ اپنی تعریف سمیت پاک ہے اپنی مخلوق کی گنتی کے برابر اپنے نفس کی رضامندی کے برابر اپنے عرش کے وزن کے برابر اور اپنے کلمات کی روشنائی کے برابر۔‘‘

دہشت گردی کی آگ میں جلتا ہوا صوبہ...... بلوچستان

اداریہ ═══ ملک عصمت اللہ

وزیراعظم پاکستان جناب سید یوسف رضا گیلانی نے سینٹ میں تقریر کرتے ہوئے بلوچستان کے حالات کو انتہائی تشویشناک قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ''ملک کو غیر مستحکم کرنے کے لئے سازش ہورہی ہے اور ہمارے اثاثوں پر لوگوں کی نظر ہے۔''

یہ بیان کسی عام آدمی کا نہیں بلکہ پاکستان کے اعلیٰ انتظامی عہدے پر فائز ایک اعلیٰ شخصیت کا ہے اور جس فورم پر بات کہی گئی ہے وہ بھی کوئی معمولی فورم نہیں بلکہ پاکستان کی پارلیمنٹ کا ایوان بالا ہے۔ شخصیت اور فورم کی اہمیت نے بات کی اہمیت کو بھی دو چند نہیں بلکہ سہ چند کر دیا ہے۔ اگر اس پر ہر پاکستانی اپنی تشویش کا اظہار نہ کرے تو نہایت نامناسب ہوگا۔

بلوچستان رقبے کے اعتبار سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے جو پاکستان کے کل رقبے کے چالیس فیصد پر مشتمل ہے۔ یہ صوبہ آج کل دہشت گردی کی آگ میں جل رہا ہے جس پر وزیراعظم نے بجا طور پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔

اگرچہ پاکستان میں امن وامان نام کی کوئی چیز باقی نہیں ہے۔ کسی کی جان محفوظ ہے نہ مال، چادر اور چاردیواری کا تقدس پامال ہورہا ہے۔ شریف شہریوں کی عزت وآبرو داؤ پر لگ چکی ہے تاہم بسا غنیمت ہے کہ پنجاب میں دہشت گردی کے کل پینتیس واقعات ہوئے ہیں۔ پاک ادارہ برائے مطالعات کی رپورٹ کے مطابق دہشت گردی کے واقعات سب سے زیادہ صوبہ سرحد میں ہوئے ہیں جن کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔ اس کے بعد بلوچستان کا نمبر ہے جہاں گذشتہ سال 642 واقعات ہوئے ہیں جن میں اب تک کئی گنا اضافہ ہو چکا ہے۔ قتل چوری ڈاکے اور دیگر جرائم اس کے سوا ہیں۔ اس سے بلوچستان میں حالات کی سنگینی کا تصور کرنا چنداں مشکل نہیں رہتا۔

صوبہ سرحد میں دہشت گردی کے واقعات اکا دکا اب بھی ہورہے ہیں لیکن سوات میں ''نظام عدل'' کے نفاذ سے ان میں خاطر خواہ کمی آئی ہے لیکن بلوچستان میں یہ واقعات روزافزوں ہیں۔ حکومت بلوچستان میں اپنی رٹ بحال کرنا چاہتی ہے اور دہشت گردی کے واقعات کی روک تھام کرنا چاہتی تو اسے ایسے واقعات کی وجوہات کا کھوج لگانا ہوگا تاکہ ان کا مداوا کر کے حالات کو سدھارا جا سکے۔

ہماری نظر میں سب سے اہم وجہ بلوچ عوام کا وہ احساس محرومی ہے جس کا وہ گذشتہ باسٹھ سال سے شکار چلے آرہے ہیں۔ ان کا سب سے بڑا مطالبہ صوبائی خودمختاری ہے جس کا 73 کے آئین میں بھی ذکر ہے لیکن حیلے بہانوں سے انہیں آج تک ٹرخایا جارہا ہے اور اس کے ردعمل میں انتہا پسندی اس درجے کو پہنچ چکی ہے کہ براہمداغ بگٹی اس 73 کے آئین کو اب تسلیم کرنے سے انکار کر رہا ہے۔

ان کا دوسرا مسئلہ ان کے حقوق کی فراہمی ہے جس سے وہ آغاز ہی سے محروم چلے آرہے ہیں۔ تعلیم، صحت اور روزگار کی فراہمی انسانی بنیادی حقوق میں شامل ہیں جو وہاں میسر نہیں۔ تعلیمی طور پر وہ اس قدر پسماندہ ہیں کہ شرح خواندگی دس بیس فیصد سے زائد نہیں پھر تعلیم کا وہ معیار نہیں کہ اس صوبے کے افراد دوسرے صوبوں کے افراد سے لیاقت میں مقابلہ کر سکیں۔ اس مشکل کا حل کوٹہ سسٹم میں ڈھونڈا گیا لیکن وہاں بھی ان کے ساتھ

دھاندلی کی گئی دوسرے صوبوں کے افراد نے جھوٹے اور جعلی ڈومیسائل کے بنیاد پر ان کے کوٹہ میں آنے والی ملازمتوں پر قبضہ کیا اور یوں بے روزگاری ان کا مقدر بنی رہی جس سے وہ معاشی پس ماندگی کا شکار ہوگئے۔ وہاں کے لوگوں کی گزران باغبانی پر ہے یا غلہ بانی پر۔ حکومت میں شامل بااثر لوگ ان کے دیگر حقوق کی فراہمی کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں حال ہی میں ایک نجی ٹیلی ویژن پر طلال اکبر بگٹی کا یہ بیان نشر ہوا ہے کہ ایک اعلیٰ مقتدر شخصیت نے ان کے کام کے لئے ان سے پچاس کروڑ طلب کئے ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی محرومیاں کہاں تک پہنچی ہوئی ہیں۔ ان کا تیسرا مسئلہ عدل وانصاف کی فراہمی ہے۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری کہ ایک ڈکٹیٹر نے اس صوبے کے مقبول ترین لیڈر نواب اکبر بگٹی کو قتل کروادیا۔ اس سے پہلے اس نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا کہ اکبر بگٹی کو وہاں سے ہٹ کرونگا کہ اسے پتہ بھی نہیں چلے گا۔ اکبر بگٹی کا قاتل کوئی ڈھکا چھپا نہیں ملک کا بچہ بچہ اس سے واقف ہے۔ لیکن آج تک اس ڈکٹیٹر کے خلاف کوئی مقدمہ درج نہیں ہوسکا اور حکومت اس قاتل کو مسلسل تحفظ فراہم کرنے میں لگی ہوئی ہے۔

حال ہی میں بلوچستان کے تین قوم پرست لیڈر......غلام محمد بلوچ، لالہ منیر احمد اور شیر محمد بلوچ......قتل کردیے گئے اور ان کی مسخ شدہ لاشیں تربت سے ملیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ قتل کی تحقیقات کی جاتیں اور قاتلوں کو گرفتار کر کے انہیں کیفر کردار تک پہنچایا جاتا اور ورثاء کو انصاف مہیا کیا جاتا جس سے لوگوں کے جذبات ٹھنڈے ہوتے لیکن ایسا نہ ہوا۔ نتیجتاً لوگوں کے جذبات کی شدت میں اضافہ ہوا اور غلط رخ پر بہہ نکلے۔ آبادکاروں اور پولیس اہل کاروں پر حملے کیے گئے اور دہشت گردی کا لاوا پھوٹ پڑا۔ اس قسم کے حالات میں لوگوں کے جذبات کو ایکسپلائٹ کرنا نہایت آسان ہوجاتا ہے اور پاکستان مخالف قوتیں ان سے بھرپور فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ ہڑتالیں اور مظاہرے تو معمول کی بات ہیں لیکن جب دہشت گردی تک نوبت آن پہنچے تو یقیناً بیرونی دشمن اس میں شامل ہوجاتے ہیں۔ بھارت پاکستان کا دشمن ہے ہی۔ اس نے افغانستان اور پاکستان کے بارڈر پر قائم قونصل خانوں کے ذریعے اپنی اس دشمنی کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ امریکہ بھی ہمارا دیرینہ ''مہربان'' ہے۔ امریکہ اور بھارت میں فرق یہ ہے کہ بھارت ہمارا کھلا دشمن ہے جب کہ امریکہ دوستی کے روپ میں دشمنی کرتا ہے۔ وہ ڈرون حملے بلوچستان تک وسیع کرنا چاہتا ہے لیکن ہماری حکومت کی غیرت بھی ''جاگ'' گئی ہے اور انہوں نے بلوچستان پر ڈرون حملوں کی بھرپور مخالفت کی ہے۔ عین ممکن ہے کہ امریکہ بہادر نے اپنا ہدف حاصل کرنے کے لئے بھی اس ''کارخیر'' میں حصہ لیا ہو تاکہ بلوچستان میں بھی طالبان کا ہوا کھڑا کر کے وہاں بھی ڈرون حملے کیے جاسکیں۔

اس مسئلہ کا حل محض ترقیاتی منصوبے نہیں ہیں۔ بلاشبہ بلوچستان کے پسماندہ علاقوں کو ترقی دی جانی چاہیے لیکن اس کے ساتھ ساتھ جو اس صوبے میں اب تک مسائل جنم لے چکے ہیں ان کو حل کرنا بہت ضروری ہوگیا ہے۔ وقت آگیا ہے کہ بلوچ عوام کے حقوق ان کو لوٹا دیئے جائیں۔ اب تک آئین میں سترہ ترامیم ہوچکی ہیں جو سب کی سب کسی ایک فرد کے مفاد میں کی گئیں۔ اب ضروری ہوگیا ہے کہ آئین میں ترمیم عوام کے مفاد میں کی جائے صوبوں کو خودمختاری دی جائے۔ بلوچستان میں بے روزگاری ختم کر کے ان کو روزگار فراہم کیا جائے۔ ان کی تعلیم کے لئے وسائل وقف کئے جائیں ان کو عدل وانصاف مہیا کیا جائے۔ اکبر بگٹی کے قاتل کے خلاف ایف آئی آر درج کر کے مقدمہ چلایا جائے اور اس کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ قوم پرست لیڈروں کے قاتلوں کو تلاش کر کے فوراً گرفتار کیا جائے اور ان پر مقدمہ چلا کر سرعام پھانسی دی جائے اور اگر اس میں بیرونی قوتوں کا ہاتھ ملوث ہو تو انہیں بے نقاب کیا جائے یہ سب کام کیے بغیر امن وامان کی بحالی اور دہشت گردی سے نجات کی توقع کرنا ع

ایں خیال است ومحال است وجنوں

(۱)...... مخصوص ایام میں زائد خون کے دوران نماز کا حکم

(۲)...... سجدۂ سہو

(۳)...... جرابوں پر مسح کا حکم

(٤)...... سماع موتیٰ کا حکم

شیخ الحدیث مفتی حافظ ثناء اللہ خان المدنی حفظہ اللہ

سوال: مجھے ہر ماہ چھے دن سرخ رنگ کا خون آتا ہے، اور کبھی کبھار عادت سے دو چار دن زائد، زائد خون کا رنگ بھی سرخ ہی ہوتا ہے۔ اس حالت میں نماز بارے کیا حکم ہے؟

جواب: محترمہ ایسی حالت کو رگ عاذل کے پھٹنے کے ساتھ نبی ﷺ نے شیطانی چوکا قرار دیا ہے۔ بایں صورت حضرت حمنہ بنت جحش کے واقعہ کی بنا پر آپ کے لیے شرعی حکم یہ ہے کہ عام عورتوں کی عادت کی بنا پر چھ سات دن ماہواری کے شمار کر لیا کریں۔ باقی ایام میں باقاعدہ بعد از طہارت نماز پڑھا کریں۔ اس کی مزید تفصیل سبل السلام [۱/۴۷] میں دیکھی جا سکتی ہے۔

سوال: مجھے دوسری رکعت کے سجدے میں یاد آیا کہ میں نے پہلی رکعت کے دوسرے سجدے میں ''سبحان اللہ ربی الاعلیٰ'' نہیں پڑھا۔ میں نے معمول کے مطابق باقی نماز ادا کی اور سلام سے پہلے سجدہ سہو کر لیا کیا یہ ایک درست فعل تھا؟

جواب: آپ کا سجود سہو کا عمل درست ہے۔ ملاحظہ ہو المغنی [۲/۱۸۰] طبع دار عالم الکتب۔

سوال: پاؤں دھونے کے بعد مجھے ٹھنڈک محسوس ہوتی رہتی ہے۔ میں نماز فجر کے لیے وضو کرنے کے بعد باریک جرابیں پہن لیتی ہوں اور باقی سارا دن جرابوں پر مسح کر کے نماز ادا کر لیتی ہوں۔ کیا باریک جرابوں پر مسح جائز ہے؟

جواب: جرابوں پر مسح کا مطلقاً جواز ہے چاہے موٹی ہوں یا باریک۔ میرے نزدیک راجح بات یہی ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میری تالیف جائزۃ الاحوذی [۱/۱۱۴]

سوال: جرابیں کس قدر پھٹی ہوں تو اس پر مسح کرنا جائز نہیں۔

جواب: جرابوں پر مسح کرنا مطلقاً جائز ہے۔ معمولی پھٹی کا کوئی حرج نہیں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الاقاع [۱/۵۴]

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ حِفْظہٗ ایک بے معنی نام ہے، کیا نام بدل لینا چاہیے؟ [حفظہ معرفت مبین الیکٹرونکس]

جواب: حفاظت کے قابل شے کو حفظہ کہا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو المنجد لہٰذا آپ کا نام درست ہے بدلنے کی ضرورت نہیں۔

سوال: بعض حضرات کہتے ہیں کہ مردے سنتے ہیں اور ہر طرح کا ثواب اُن کو پہنچتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ یہ واقعہ سناتے ہیں کہ نبی ﷺ نے غزوۂ بدر کے بعد ابوجہل کی لاش کنویں میں پھنکوا کر باہر کھڑے ہو کر درس دیا کہ تم اگر اسلام کی مخالفت نہ کرتے تو شاید تمہارا یہ انجام نہ ہوتا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے تعجب کیا کہ پیارے آقا کیا یہ آپ کی بات سن رہا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک یہ تم سے زیادہ سن رہا ہے۔ کیا یہ واقعہ درست ہے یا من گھڑت؟ تفصیل سے اس سوال کا جواب دیں۔

جواب: سماع موتی کا مشار الیہ قصہ صحیح بخاری مع فتح الباری [۷/۳۰۱] میں ہے لیکن یہ سماع خرق عادت تھا عام حالات میں مردے نہیں سنتے کیوں کہ مردہ بے جان کو کہتے ہیں اور بے جان میں سننے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

هـذا عند اكثر مشائخنا وهو ان الميت لا يسمع عندهم [فتح القدير، كتاب الجنائز] ''یعنی ہمارے اکثر مشائخ کا یہی موقف ہے کہ میت نہیں سنتی۔'' اور کافی شرح وافی باب بیان احکام الیمین میں ہے:

والمقصود من الكلام الافهام وذا بالاستماع وذا لا يتحقق بعد الموت ۔ ''یعنی مقصود کلام سے اپنا مافی الضمیر بتلانا سمجھانا ہے اور یہ سننے سے ہی ہوتا ہے جب کہ مرنے کے بعد سننا نہ ثابت اور نہ ممکن۔''

موت کے بعد میت کے لیے دعا اور صدقہ یقیناً مفید ہے لیکن دعا اور صدقہ کے لیے شرعاً کوئی وقت مقرر نہیں۔ ہمارے شیخ محدث روپڑیؒ کی کتاب سماع موتی اس موضوع پر انتہائی مفید ہے۔

فضائل مصطفیٰ ﷺ

فضل اکبر کاشمیری

شرح المواہب [ج:۵،ص:۳۴۲] میں امام نووی کی یہ عبارت نقل کی گئی ہے:

''رسولِ کریم ﷺ پانچ دفعہ سفارش کریں گے، ان میں سے شفاعت عظمیٰ لوگوں کے اعمال کا فیصلہ کرنے سے متعلق ہوگی۔ ایک سفارش اُس جماعت سے متعلق ہوگی جو بلاحساب جنت میں داخل ہوں گے اور ایک سفارش ان لوگوں کے بارے میں جو جہنم میں داخل ہونے کے مستحق ہوں گے مگر اس میں داخل نہیں ہوں گے۔ ایک سفارش کا تعلق اُن لوگوں سے ہوگا جو جہنم میں داخل ہو چکے ہوں گے مگر ان کو وہاں سے نکال لیا جائے گا۔ ایک سفارش اہل جنت کے درجات کی بلندی کے بارے میں ہوگی۔''

اور اس سلسلہ میں آپ پہلے سفارش کریں گے جیسا کہ امام احمد نے مسند میں بطریق مختار بن فلفل، سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

میں جنت میں پہلا سفارشی ہوں گا۔ اس کو امام احمد نے مسند [ج:۳،ص:۱۴۰] پر روایت کیا ہے۔ مختار بن فلفل، عمرو بن حریث کا آزاد کردہ غلام تھا۔ یہ سچا راوی ہے مگر وہم کا عادی ہے۔ اس سے ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ مسلم نے کتاب الایمان میں مختار سے بدیں الفاظ حدیث روایت کی ہے کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں جو جنت میں سفارش کرے گا۔ آپ ﷺ اہل جنت کے درجات بلند کرنے کے سلسلہ میں سفارش کریں گے۔ اس شفاعت پر اہل سنت اور معتزلہ کا اتفاق ہے۔ اس کی دلیل بخاری کی سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ جب اُن کے چچا ابوعامر کو اوطاس میں قتل کیا گیا تو رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! عبید ابوعامر کو بخش دے اور روزِ قیامت بہت سی مخلوقات پر انھیں فضیلت عطا کر۔

[بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة اوطاس]

جب ابوسلمہ بن عبدالاسد نے وفات پائی تو آپ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ! ان کا درجہ بلند کر۔ اس حدیث کو مسلم نے کتاب الجنائز میں روایت کیا ہے۔

شفاعت کے بارے میں مستقل کتب تحریر ہو چکی ہیں، جن میں شفاعت کی اقسام، اور اُن کی تعداد نیز اُس کے دلائل بیان ہو چکے ہیں۔ والحمدللہ علیٰ ذلک

رسولِ کریم ﷺ کا یہ ارشاد کہ قبل ازیں ہر نبی کو بطورِ خاص اُس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے عام لوگوں کی طرف بھیجا گیا۔ تو اس کا مطلب مندرجہ ذیل آیت سے واضح ہوتا ہے:

''ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اُس کی قوم کی زبان دے کر تاکہ اُن کے لیے واضح کردے۔'' [ابراهیم: ٤]

نیز فرمایا:

''کوئی امت نہیں مگر اُس میں ڈرانے والا گزرا ہے۔''

[الفاطر: ٢٤]

انبیائے سابقین صرف ایک قوم کو دعوت دیا کرتے تھے۔ مگر محمد ﷺ کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ قرآن میں فرمایا:

''کہہ دیجیے کہ اے لوگو! مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔'' [الاعراف: ١٥٨]

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

''کہ اس کے ذریعہ سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے اُس کو

آ گاہ کردوں۔''[الانعام:۱۹]

ارشادربّ العباد ہے:

''اور جو کوئی اور فرقوں میں سے اس سے منکر ہو تو اس کا ٹھکانا آ گ ہے۔'' [ھود:۱۷]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اور اہل کتاب اور اَن پڑھ لوگوں سے کہو کہ کیا تم بھی اسلام لاتے ہو؟ پس اگر یہ لوگ اسلام لے آئیں تو بے شک ہدایت پالیں اور اگر تمہارا کہا مانیں تو تمہارا کام صرف اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے اور اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔''[آلِ عمران:۲۰]

قرآنِ کریم کی بہت سی آیات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ کو عام رسالت دے کر جن وانس کی طرف مبعوث کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مامور فرمایا کہ تمام مخلوقات کو ڈرائیں۔ خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی، انسان ہوں یا جن، رسولِ کریم ﷺ حکم الٰہی کو بجا لائے اور اللہ کے پیغام کو پہنچا دیا۔ رسولِ کریم ﷺ کو دیگر انبیاء علیہم السلام پر یہ فضیلت دی گئی ہے کہ آپ کی رسالت کامل تر ہے۔ آپ انبیاء کے سردار، خطیب، امام اور اُن میں سے آخری رسول ہیں۔ ہر نبی سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ اگر اُس کی زندگی میں جناب محمد ﷺ مبعوث ہوگئے تو وہ آپ پر ایمان لائے گا اور آپ کا ساتھ دے گا۔ انبیاء کو یہ حکم بھی دیا گیا تھا کہ اپنی اپنی امت سے بھی یہ عہد لیں۔ قرآنِ کریم میں فرمایا:

''اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں۔ پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمھیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی (اور عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا (مجھے ضامن ٹھہرایا) انھوں نے کہا: (ہاں!) ہم نے اقرار کیا (اللہ نے) فرمایا کہ تم (اس عہد و پیمان کے) گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔''[آلِ عمران:۸۱]

مذکورہ صدر آیت میں فرمایا کہ جب میں تمھیں کتاب وحکمت دوں، پھر تمہارے پاس اس کے بعد (ایک عظیم) رسول آجائے تو تم نے اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی اور جب یہ عہد تمام انبیاء سے لیا گیا ہے تو رسولِ کریم ﷺ کے لیے ہی سب انبیاء سے یہ عہد لیا گیا ہوگا۔ یہ ایسی عظیم خصوصیت ہے کہ آپ کے سوا کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ

آپ رحمت للعالمین تھے۔

رب العالمین ارشاد فرماتا ہے:

''اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔'' [الانبیاء:۱۰۷]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مشرکوں کے لیے (لعنت کی) بددعا کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''مجھے لعنت کرنے والا نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔'' [مسلم:٦٦١٣]

چوں کہ آپ رحمت للعالمین ہیں۔ لہٰذا غصے اور غضب میں آپ کا کسی مسلمان کو لعنت یا سب وشتم کرنا بھی قیامت کے دن موجب رحمت قرار پائے گا۔[دیکھئے ابوداؤد: ٤٦٥٩ و اسنادہ حسن، مسند احمد: ٥/ ٤٣٧، ح:٢٣٧٠٦]

کامل مومنوں کے لیے آپ رحمت ہیں۔ کیوں کہ آپ کی اتباع دنیا وآخرت میں کامیابی کا سبب ہے۔ محاربین سے جہاد کرنا اُن کے لیے رحمت ہے تاکہ وہ اسلام قبول کرلیں۔ اہل ذمہ سے جزیہ لینا اُن کے لیے رحمت اور امن کا سبب ہے۔ منافقوں کے دل میں کفر ہوتا ہے لیکن ظاہری طور پر اُن کو مومنوں کی طرح حقوق دیئے جاتے ہیں یہ اُن کے لیے رحمت ہے۔ سورۃ التوبۃ آیت نمبر ۶۱ میں مومنوں کے لیے رحمت کی تخصیص کی گئی ہے۔ لہٰذا اُس سے خاص رحمت مراد ہے۔ یہ آپ ﷺ کی رحمت ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ کی امت بالکلیہ تباہی و بربادی سے محفوظ کردی گئی یعنی اس پر کلی عذاب نہیں آئے گا۔ جب کہ گزشتہ نافرمان امتیں حرفِ غلط کی طرح مٹادی گئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''یقیناً تمہارے پاس ایک ایسے رسول تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جنھیں تمہاری تکلیف کی بات نہایت

گراں گزرتی ہے، جوتمہارے فائدے کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں۔مومنوں پر بڑے ہی شفیق اورمہربان ہیں۔''

[التوبة:١٢٨]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میری اور لوگوں کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کے آس پاس روشنی ہوگئی تو پروانے اور کیڑے مکوڑے جوآگ میں گرتے ہیں اس (آگ) میں گرنے لگے اور (آگ جلانے والا) ان کو اس میں سے نکالنے لگا لیکن وہ اس پر غالب رہے اور آگ میں گرتے ہی رہے۔اسی طرح میں تمہیں تمہاری پشتوں سے پکڑ پکڑ کر (آگ سے دور کرنے کے لیے) کھینچتا ہوں اور تم ہو کہ اسی میں گرتے جاتے ہو۔ [بخاری:٦٤٨٣۔ مسلم:٢٢٨٤]

آپ ﷺ جانوروں کے لیے بھی باعث رحمت تھے۔

ایک بار اللہ کے نبی ﷺ ایک انصاری کے باغ میں رفع حاجت کے لیے گئے اس میں ایک اونٹ تھا جو رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر بلبلایا اور آبدیدہ ہوگیا۔آپ اس کے پاس گئے اور اس کی کنپٹی پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

یہ کس کا اونٹ ہے؟ ایک انصاری نوجوان نے آ کر کہا: میرا یارسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا: اس جانور کے بارے میں جس کا اللہ نے تمھیں مالک بنایا ہے، اللہ سے نہیں ڈرتے؟ اس نے مجھ سے شکایت کی کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس پر جبر کرتے ہو۔ [مسند احمد: ١/ ٢٠٤، ح:١٧٤٥ وسنده صحيح واصله فى صحيح مسلم: ٣٤٢]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ورحم تجھ پر نہ ہوتا تو ان کی ایک جماعت نے تو تجھے بہکانے کا قصد کر ہی لیا تھا مگر دراصل یہ اپنے آپ کو ہی گمراہ کرتے ہیں، یہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتاب وحکمت اُتاری ہے اور تجھے وہ سکھایا ہے جسے تو نہیں جانتا تھا اور اللہ تعالیٰ کا تجھ پر بڑا بھاری فضل ہے۔''

[النساء:١١٣]

یہ اللہ تعالیٰ کی اُس خاص حفاظت ونگرانی کا ذکر ہے جس کا اہتمام انبیاء علیہم السلام کے لیے فرمایا جاتا ہے جو انبیاء پر اللہ کے فضل خاص اور اس کی رحمت خاصہ کا مظہر ہے۔ یہ اُس فضل واحسان کا تذکرہ ہے جو آپ پر کتاب وحکمت نازل فرما کر اور ضروری باتوں کا علم دے کر فرمایا گیا۔

جس طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

''اور اسی طرح ہم نے اپ کی طرف اپنے حکم سے روح کو اُتارا ہے آپ اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور بنایا، اس کے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں، ہدایت دیتے ہیں۔بے شک آپ راہِ راست کی رہبری کر رہے ہیں۔''

[الشوریٰ:٥٢]

روح سے مراد قرآن ہے یعنی جس طرح آپ سے پہلے اور رسولوں پر ہم وحی کرتے رہے، اسی طرح ہم نے آپ پر قرآن کی وحی کی ہے۔قرآن کو روح سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ قرآن سے دلوں کو زندگی حاصل ہوتی ہے جیسے روح میں انسانی زندگی کا راز مضمر ہے۔کتاب سے مراد قرآن ہے، یعنی نبوت سے پہلے قرآن کا بھی کوئی علم آپ کو نہیں تھا اور اسی طرح ایمان کی ان تفصیلات سے بھی بے خبر تھے جو شریعت میں مطلوب ہیں۔اس آیت میں بھی گزشتہ آیات کی طرح آپ کی بڑی فضیلت ہے۔

ربِّ اکبر ارشاد فرماتا ہے:

''آپ کو تو کبھی اس کا خیال بھی نہ گزرا تھا کہ آپ کی طرف کتاب نازل فرمائی جائے گی لیکن یہ آپ کے ربّ کی مہربانی سے اُترا۔'' [القصص:٨٦]

یعنی نبوت سے قبل آپ کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ آپ کو رسالت کے لیے چنا جائے گا اور آپ پر کتاب الٰہی کا نزول ہوگا۔یعنی یہ نبوت وکتاب سے سرفرازی، اللہ کی خاص رحمت کا نتیجہ ہے جو آپ پر ہوئی۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ نبوت کوئی کسبی چیز نہیں ہے، جسے محنت اور سعی سے حاصل کیا جاسکتا ہو بلکہ یہ سراسر ایک وہبی چیز تھی۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا رہا، نبوت ورسالت سے مشرف فرماتا رہا۔حتیٰ کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو اس سلسلة الذہب کی آخری

کڑی قرار دے کر اسے موقوف فرما دیا گیا۔ ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ نے آپ ﷺ پر فضل واحسان فرمایا اور کتاب وحکمت عطا فرمائی، ان کے علاوہ دیگر بہت سی باتوں کا آپ کو علم دیا گیا جن سے آپ بے خبر تھے۔ یہ بھی گویا آپ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کی نفی ہے کیوں کہ جو خود عالم الغیب ہو، اسے تو کسی اور سے علم حاصل کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی اور جسے دوسروں سے معلومات حاصل ہوں، وحی کے ذریعہ سے یا کسی اور طریقہ سے وہ عالم الغیب نہیں ہوتا۔

آپ ﷺ کی فضیلت وخاتمیت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندہ کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے اس لیے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے۔''

یہ اس سیر کا مقصد ہے تاکہ ہم اپنے اس بندہ کو عجائبات اور آیاتِ کبریٰ دکھائیں جن میں سے ایک آیت اور معجزہ یہ سفر بھی ہے کہ اتنا لمبا سفر رات کے ایک قلیل حصہ میں ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ کو جو معراج ہوئی یعنی آسمانوں پر لے جایا گیا، وہاں مختلف آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں اور سدرۃ المنتہیٰ پر، جو عرش سے نیچے ساتویں آسمان پر ہے، اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے نماز اور بعض دیگر چیزیں عطا کیں۔ جس کی تفصیلات صحیح احادیث میں بیان ہوئی ہیں اور صحابہ وتابعین سے لے کر آج تک امت کے تمام علما وفقہاء اس بات کے قائل چلے آرہے ہیں کہ یہ معراج بجسدہ العنصری، حالت بیداری میں ہوئی ہے۔ یہ خواب یا روحانی سیر اور مشاہدہ نہیں ہے، بلکہ عینی مشاہدہ ہے جو اللہ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اپنے پیغمبر کو کرایا ہے۔ اس معراج کے دو حصے ہیں۔

پہلا حصہ اسراء کہلاتا ہے، جس کا ذکر یہاں کیا گیا ہے اور جو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کا نام ہے یہاں پہنچنے کے بعد نبی ﷺ نے تمام انبیاء کی امامت فرمائی۔ بیت المقدس سے پھر آپ کو آسمان پر لے جایا گیا، یہ اس سفر کا دوسرا حصہ ہے جسے معراج کہا جاتا ہے۔ اس کا کچھ تذکرہ سورۂ نجم میں کیا گیا ہے اور باقی تفصیلات احادیث میں بیان کی گئی ہیں۔ عام طور پر اس پورے سفر کو ''معراج'' سے ہی تعبیر کیا جاتا ہے۔ معراج، سیڑھی کو کہتے ہیں یہ نبی ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ عُـرِجَ بی إلی السماء (مجھے آسمان پر لے جایا یا چڑھایا گیا) سے ماخوذ ہے۔ کیوں کہ اس سفر کا یہ دوسرا حصہ پہلے سے بھی زیادہ اہم اور عظیم الشان ہے، اس لیے معراج کا لفظ ہی زیادہ مشہور ہوگیا۔ اس کی تاریخ میں اختلاف ہے۔

تاہم اس میں اتفاق ہے کہ یہ ہجرت سے قبل کا واقعہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک سال قبل اور بعض کہتے ہیں کہ کئی سال قبل یہ واقعہ پیش آیا۔ اسی طرح مہینے اور اس کی تاریخ میں اختلاف ہے کوئی ربیع الاوّل کی ۱۷، یا ۲۷، کوئی رجب کی ۲۷ اور بعض کوئی اور مہینہ اور اس کی تاریخ بتلاتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت کریں یہ زیادتی آپ کے لیے ہے۔ عنقریب آپ کا ربّ آپ کو مقامِ محمود میں کھڑا کرے گا۔'' [بنی اسرائیل: ۷۹]

بعض نے اس کے معنی کیے ہیں کہ یہ ایک زائد فرض ہے جو آپ کے لیے خاص ہے، اس طرح وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ پر تہجد بھی اسی طرح فرض تھی، جس طرح پانچ نمازیں فرض تھیں۔ البتہ امت کے لیے تہجد کی نماز فرض نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ زائد کا مطلب یہ ہے کہ یہ تہجد کی نماز آپ ﷺ کے رفع درجات کے لیے زائد چیز ہے۔ کیوں کہ آپ تو مغفور الذنب ہیں، جب کہ امتیوں کے لیے یہ اور دیگر اعمالِ خیر کفارۂ سیئات ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نافلۃ نافلہ ہی ہے۔ یعنی نہ آپ ﷺ پر فرض تھی نہ آپ کی امت پر۔ یہ ایک زائد عبادت ہے جس کی فضیلت یقیناً بہت ہے اور اس وقت اللہ اپنی عبادت سے بڑا خوش ہوتا ہے تاہم یہ نماز فرض وواجب نہ نبی ﷺ پر تھی اور نہ آپ کی امت پر ہی فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تا کہ وہ تمام لوگوں کے لیے آگاہ کرنے والا بن جائے۔''

[الفرقان: ۱]

اس سے بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی نبوت عالمگیر ہے اور آپ تمام انسانوں اور جنوں کے لیے ہادی ورہنما بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ جس طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

''آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے۔''[الاعراف: ۱۵۸]

اور حدیث میں بھی فرمایا:

بعثتُ إلى الأحمر والأسود ۔

[صحيح مسلم، كتاب المساجد]

''مجھے احمر واسود سب کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔'' ایک اور حدیث میں ہے:

كـان الـنبـي يبـعـث إلـى قـومه خاصّة وبعثت إلى الناس عامة ۔ [صـحيـح بخاری، كتاب التيمم ومسلم كتاب المساجد]

''پہلے نبی کسی ایک قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

آیت بالا بھی رسالت محمدیہ کی عالم گیر رسالت کے اثبات میں بالکل واضح ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ اے کائنات کے انسانو! میں سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

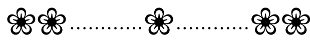
یوں آپ ﷺ پوری بنی نوع انسان کے نجات دہندہ اور رسول ہیں۔ اب نجات اور ہدایت نہ عیسائیت میں ہے نہ یہودیت میں نہ کسی اور مذہب میں۔ نجات اور ہدایت اگر ہے تو صرف اسلام کے اپنانے اور اسے ہی اختیار کرنے میں ہے۔ اس آیت میں اور اس سے پہلی آیت میں بھی آپ ﷺ کو نبی امی کہا گیا ہے۔ یہ آپ کی ایک خاص صفت ہے۔ اُمی کے معنی ہیں اَن پڑھ۔ یعنی آپ نے کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ طے نہیں کیے، کسی سے کسی قسم کی تعلیم حاصل نہیں کی۔ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے جو قرآن پیش کیا، اس کی اعجاز و بلاغت کے سامنے دنیا بھر کے فصحا و بلغا عاجز آ گئے، اور آپ نے جو تعلیمات پیش کیں، اِن کے صدق وحقانیت کی ایک دنیا معترف ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ واقعی اللہ کے سچے رسول ہیں ورنہ ایک اُمی نہ ایسا قرآن پیش کرسکتا ہے اور نہ ایسی تعلیمات بیان کرسکتا ہے جو عدل وانصاف کا بہترین نمونہ اور انسان کی فلاح وکامرانی کے لیے ناگزیر ہیں۔ انھیں اپنائے بغیر دنیا حقیقی امن وسکون اور راحت وعافیت سے ہمکنار نہیں ہوسکتی۔

رسول اللہ ﷺ کے فضائل بہت زیادہ ہیں جو قرآن وحدیث میں محفوظ ہیں۔ دیگر آیات واحادیث تحریر کرنے کے بجائے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محمد مصطفیٰ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے، آپ کی اطاعت اور اتباع اور آپ سے محبت نصیب فرمائے۔ آپ کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ روزِ قیامت آپ کی شفاعت نصیب کرے۔ آپ کے نورانی طریقوں کو اپنانے کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ ﷺ کی نافرمانی سے بچائے۔ فداہ ابی وامی وروحی

فإن كان صواباً فمن الله وإن كان خطأ فمني ومن الشيـطـان والله ورسوله منه بريئان ۔ هٰذا ما عندی والله أعلم بالصواب وعنده علم الكتاب ۔

آخر میں ان گنت، لاتعداد اور بے شمار درود ہوں کائنات کے سب سے کھرے انسان، محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ، امام المعصومین، ختم الرسل، شافع محشر، ساقی کوثر، ہادئ عالم، صاحب لواء الحمد، امام المجاہدین، رحمت للعالمین، افضل الانبیاء، خاتم الانبیاء، محمد بن عبداللہ، محمد رسول اللہ، آمنہ کے لال، درّ یتیم، عبداللہ کے بیٹے، فاطمہ کے ابا جان پر

الـصـلـوٰة والسلام علٰى من بلغ الرسالة وأدا الأمانة وصـح الأمة وتركنا علٰى ملة البيضاء ليلها كنهارها لا يـزيـغ عنها إلا هالك حتى اتاه اليقين۔ من ربّ العالمين ۔



بدعت اور اس کی حقیقت

حافظ صلاح الدین یوسف، مدیر: شعبہ تحقیق وتالیف وترجمہ دارالسلام، لاہور

یہ حقیقت بڑی افسوس ناک ہے کہ آج مدعیانِ اسلام کی اکثریت اتباع رسول کی بجائے ابتداع (بدعت سازی) کے راستے پر گامزن ہے، آئے دن کوئی نہ کوئی بدعت ایجاد کر لی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں بدعات کا اہتمام نہایت ذوق وشوق کے ساتھ اور بڑی پابندی کے ساتھ کیا جاتا ہے اور دین کے جو اصل احکام وفرائض ہیں، اس سے یکسر تغافل واعراض برتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ نوبت یہاں تک آ گئی ہے کہ مروّجہ بدعات ہی کو اصل دین سمجھ لیا گیا ہے اور جو لوگ اتباعِ رسول کے جذبے سے سرشاری کی وجہ سے ان بدعات سے اجتناب کرتے ہیں، وہ معاشرے میں نکو بن کر رہ گئے ہیں، ان کو ہدفِ ملامت بھی بنایا جاتا ہے اور ان کو (نعوذ باللہ) گستاخ اور بے دین بھی باور کرایا جاتا ہے۔ گویا وہی صورتِ حال رونما ہوگئی ہے جو اوّلیں اسلام قبول کرنے والے مسلمانوں کی ابتدائے اسلام میں تھی، ان کو معاشرے میں اجنبی اور بیگانہ سمجھا جاتا تھا اور تحقیر آمیز نظروں سے ان کو دیکھا جاتا تھا۔ گویا غربت اسلام واہل واسلام کی بابت نبی ﷺ نے جو پیش گوئی فرمائی تھی، وہ ہمارے اس دور پر بھی صادق آتی ہے۔ آپ نے فرمایا تھا:

((بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا فَطُوبٰى لِلْغُرَبَاءِ))

[سنن ابن ماجه، الفتن، باب بدء الإسلام غريبا، حديث: ٣٩٨٦]

''اسلام اپنے آغاز میں غریب (نو وارد اجنبی کی طرح) تھا اور ایک وقت آئے گا کہ وہ پھر غریب (اجنبی) ہو جائے گا، پس ایسے غریبوں کے لیے خوش خبری ہے۔''

غریب، عربی زبان میں اس نو وارد مسافر کو کہا جاتا ہے جس کو کوئی نہیں جانتا، اسلام اور اہل اسلام کی بھی ابتدائے اسلام میں یہی حالت تھی، اسلامی تعلیمات بالخصوص دعوتِ توحید لوگوں کے لیے نہایت تعجب انگیز تھی۔ اس دور کے مشرکوں نے کہا:

﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴾

[صٓ ٣٨:٥]

''کیا اس نے سارے معبودوں کو ایک ہی معبود کر دیا ہے، یہ تو یقیناً ایک بڑی عجیب چیز ہے۔''

انسانوں ہی میں سے ایک شخص کا رسول بن جانا بھی ان کے لیے تعجب خیز امر تھا۔

﴿ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴾ [قٓ ٥٠:٢]

''بلکہ انھوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا (پیغمبر) آیا، پس کافروں نے کہا: یہ تو عجیب بات ہے۔''

﴿ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا ﴾

''انھوں نے کہا: کیا ایک بشر ہماری رہنمائی کرے گا؟ چناں چہ انھوں نے (ایک بشر کو رسول ماننے سے) انکار کر دیا اور منہ موڑ لیا۔'' [التغابن ٦٤:٦]

اسی طرح اخوت اسلام، قانونی مساوات، معاشی عدم استحصال، معاشرتی اصلاحات اور دیگر اسلام کی امتیازی تعلیمات ان کے لیے انوکھی اور عجیب تھیں، ان پر عمل پیرا مسلمان اس معاشرے میں انوکھے، اجنبی اجنبی سے اور حقیر سمجھے جاتے تھے۔ لیکن زبان رسالت سے ان کے لیے تحسین وآفرین اور حوصلہ افزائی کے کلمات بلند ہوئے۔ فطوبیٰ للغرباء

''غرباء'' کون ہوں گے؟

ایسے دین ناآشنا اور بدعت پسند ماحول میں خالص، ٹھیٹھ اور بے آمیز اسلام پر عمل کرنے والوں کے لیے یہ کلماتِ نبوی اور فرامین رسول آج بھی حوصلہ افزائی کا باعث ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان ''غرباء'' کی بابت مزید فرمایا:

((اَلَّذِيْنَ يُصْلِحُوْنَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ سُنَّتِيْ))

[جامع الترمذي، الإيمان، باب ما جاء أن الإسلام بدأ غريبا ......، حديث: ٢٦٣٠]

''یہ غرباء جن کے لیے خوش خبری ہے وہ ہیں جو میرے بعد میری ان سنتوں کی اصلاح کریں گے جن میں لوگوں نے بگاڑ پیدا کر دیا ہوگا۔''

دین حق کی پیروی کی تاکید اور اہل حق کے لیے خوش خبری:

یقیناً وہ لوگ خوش نصیب اور سعادت مند ہیں جو نہ معاشرے کے رسم و رواج کو، روشِ عام کو دیکھتے ہیں اور نہ لوگوں کے طعن و تشنیع کی پروا کرتے ہیں بلکہ صرف اور صرف اتباعِ رسول کا اہتمام کرتے اور صحابہ وسلف صالحین کے منہاج کو اختیار کرتے ہیں، اس لیے کہ مسلمانوں کو اسی بات کی ہدایت اور تلقین کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)) [سنن أبي داود، السنة، باب في لزوم السنة، حديث: ٤٦٠٧]

''میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور (اپنے حکمران کی) بات سنو اور مانو چاہے وہ حبشی غلام ہی ہو (بشرطیکہ اس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو) بلاشبہ جو میرے بعد زندہ رہے گا، وہ بہت اختلاف دیکھے گا، اس لیے تم میرے اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا، اس کو مضبوطی سے تھامنا اور دانتوں سے اس کو پکڑنا اور (دین میں) نئے نئے کاموں سے بچنا، اس لیے کہ (دین میں) ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے بھی قرآنِ مجید میں فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ ۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾ [النسآء ٤: ١١٥]

''اور جس شخص کے سامنے ہدایت واضح ہو جائے اور اس کے بعد وہ رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں (صحابہ کرام) کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے کی پیروی کرے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ جانا چاہے اور ہم اسے جہنم میں ڈالیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔''

صحابہ کرام کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ﴾ [البقرة ٢: ١٣٧]

''پھر اگر وہ اس چیز پر ایمان لے آئیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو بے شک وہ ہدایت پا جائیں گے اور اگر وہ منہ موڑیں تو پھر وہی مخالفت (عناد) میں ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے والوں کے لیے اللہ نے یہ عظیم فضیلت بیان فرمائی کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، فرمایا:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبة ٩: ١٠٠]

''اور (قبولِ اسلام میں) سبقت کرنے والے مہاجرین اور انصار اور وہ لوگ جنھوں نے اچھے طریقے سے ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اللہ

نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی صحابہ کرام کی بابت فرمایا:

((مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ، فَإِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ أُولٰئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم، كَانُوْا أَفْضَلَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، أَبَرَّهَا قُلُوْبًا وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا، اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَلِإِقَامَةِ دِيْنِهٖ، فَاَعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْا عَلٰى آثَارِهِمْ وَتَمَسَّكُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَسِيَرِهِمْ فَإِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ)) [جامع الأصول لابن أثير: ١/١٩٩]

''جس نے کسی کا طریقہ اپنانا ہوتو وہ ان کا طریقہ اپنائے جو دنیا سے جا چکے، اس لیے کہ زندہ (کا طریقہ اپنانے) سے فتنے میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہے۔ یہ فوت شدگان کون ہیں؟ یہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یہ اس امت کے افضل ترین لوگ تھے، دلوں کے پاکیزہ ترین، علم میں سب سے گہرے، تکلف سے دور، ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی صحبت (ہم نشینی) کے لیے اور اپنے دین کی اقامت کے لیے چن لیا تھا۔ پس تم ان کی فضیلت کو پہچانو! اوران کے نقش قدم کی پیروی کرو اور جہاں تک ہو سکے ان کے اخلاف اور ان کی سیرتوں کو اپناؤ، یقیناً وہ راہِ راست پر تھے۔''

افتراق وانتشارِ امت کے دور میں اہل حق کون ہوں گے؟

مذکورہ تفصیل سے واضح ہے کہ افتراق وانتشارِ امت کے دور میں صحابہ کرام کا منہج وطرزِ عمل ہی نجات اور ہدایت کا واحد راستہ ہے، اس لیے کہ یہی وہ پاک باز گروہ ہے جو براہِ راست پیغمبر اسلام کی صحبت سے فیض یاب اور ضوءِ رسالت سے مستنیر ہوا اور پھر منہج نبوی سے یک سر مو اِدھر اُدھر نہیں ہوا۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا:

((لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِيْ كَمَا أَتٰى عَلٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَّنْ أَتٰى أُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ أُمَّتِيْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ، وَإِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً، وَمَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ)) [جامع الترمذي، الإيمان، باب ما جاء في افتراق هذه الأمة، حديث: ٢٦٤١]

''میری امت بنی اسرائیل کے اس طرح قدم بہ قدم چلے گی جیسے ایک جوتا دوسرے جوتے کے برابر ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر بنو اسرائیل میں کوئی شخص ایسا بھی ہوا کہ اس نے علانیہ طور پر اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسا (بدبخت) شخص ضرور ہوگا جو یہ کام کرے گا، نیز بنو اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت ۷۳ فرقوں میں منقسم ہو جائے گی، سب کے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک گروہ کے۔ لوگوں نے پوچھا: وہ ایک جنتی گروہ کون ہوگا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میرے اور میرے صحابہ کے راستے پر چلنے والا ہوگا۔''

یہ روایت ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے، اس میں حسب ذیل الفاظ ہیں:

((اِثْنَتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ وَ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ)) [سنن أبي داود، كتاب السنة، باب: ١، حديث: ٤٥٩٧]

''میری امت کے ۷۳ فرقوں میں سے ۷۲ فرقے جہنم میں اور ایک جنت میں جائے گا۔ اور وہ جماعت ہے۔''

اور دوسری تصریحات کی روشنی میں ''الجماعۃ'' سے مراد صحابہ کرام اور ان کے طریقے پر چلنے والے لوگ ہیں۔

اسی لیے صحابہ کرام کے منہاج پر چلنے والے گروہ کو اہل سنت والجماعت کہا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر چلنے والے صحابہ کرام کے پیروکار، یعنی خالص بے آمیز اسلام پر چلنے

والے لوگ۔

اس اعتبار سے جنتی لوگ صرف وہ ہوں گے جو اہل سنت والجماعت کے صحیح مصداق ہوں گے۔محض اہل سنت نام رکھ لینے سے کوئی اس حدیث کا مصداق نہیں بن سکتا، جیسے ایک باطل ٹولہ اپنے کو ''مومن'' کہلواتا ہے اور دوسرے مسلمانوں کو وہ مومن نہ کہتا ہے اور نہ سمجھتا ہے۔تو جس طرح یہ نام کے ''مومن'' حقیقی معنوں میں مومن نہیں ہیں، اسی طرح اہل سنت کا لیبل لگا لینے سے بھی کوئی اہل سنت نہیں بن جائے گا بلکہ عنداللہ اہل سنت بننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ صحابہ کرام کی طرح سنتوں پر چلنے والا ہو، نہ بدعت ایجاد کرنے والا ہو اور نہ بدعتوں پر چلنے والا ہو اور نہ بدعتوں کے اثبات کے لیے قرآن وحدیث میں معنوی تحریف کرنے یا ان میں من مانی تاویل کرنے والا ہو۔کیوں کہ قرآن وحدیث پر عمل کرنے کے لیے من مانی تاویلات کی ضرورت ہے نہ ان کو ان کے ظاہری اور واضح مفہوم سے ہٹا کر ان میں معنوی تحریف وتلبیس ہی کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔یہ باطل حرکتیں وہی لوگ کرتے ہیں جو صحابہ کرام کے منہج اور ان کے طرز فکر وعمل سے منحرف اور گریزاں ہیں۔

افتراقِ امت کی پیش گوئی والی حدیث معنی ومفہوم کے اعتبار سے بھی صحیح ہے:

یہ حدیث، جس میں افتراقِ امت کی اور امت کی اکثریت کے راہ راست اور صراطِ مستقیم سے ہٹ جانے کی اور صرف ایک گروہ کے جنتی ہونے کی پیش گوئی ہے، سند کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے جس کی تفصیل السلسلة الصحيحة للألباني: ١/٣٥٦، ٣٦٧ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔تاہم بعض لوگوں نے معنی ومفہوم کے اعتبار سے اس کو ردّ کرنے کی مذموم سعی کی ہے کہ اس طرح تو امت محمدیہ کی اکثریت جہنم میں جانے کی مستحق قرار پا جائے گی اور یہ بات ان کے نزدیک نہایت مستبعد (ناممکن) ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ واقعات کے اعتبار سے اس مفہوم میں کوئی استبعاد واشکال نہیں۔اس کو سمجھنے کے لیے حسب ذیل چھ نکات قابل غور ہیں۔

(۱)......بدعت گمراہی اور جہنم میں جانے کا سبب ہے:

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ صحابہ وتابعین کے ادوار کے بعد، جن کو رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک نے خیر القرون (سب سے بہتر ادوار) قرار دیا ہے، دین میں مختلف بدعات کا آغاز ہو گیا تھا اور جب سے اب تک بدعات کی گرم بازاری ہے۔یہ الگ بات ہے کہ ہر دور اور ہر علاقے میں بدعات الگ الگ رہی ہیں اور ہیں، البتہ بعض بدعات پورے عالم اسلام میں مشترک ہیں۔اور مسلمانوں کی اکثریت نے ان خانہ ساز بدعات کو اپنایا ہوا ہے بلکہ ان بدعتی مسلمانوں کی اکثریت اسلام کے احکام وفرائض اور سنن ومستحبات سے تو یکسر غافل ہے۔لیکن بدعات کا اہتمام یہ لوگ بڑے اہتمام، نہایت شوق اور پابندی سے کرتے ہیں۔حالاں کہ نبی ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ فِيْهِ فَهُوَ رَدٌّ))

[صحيح البخاري، الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور......، حديث: ٢٦٩٧]

''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز نکالی جو اس میں نہیں ہے، وہ مردود ہے۔''

اپنے خطبے میں آپ ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

((فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)) [صحيح مسلم، لاجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، حديث: ٨٦٧]

''بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین راستہ محمد (ﷺ) کا راستہ ہے اور بدترین کام (دین میں) نو ایجاد ہیں اور ہر نو ایجاد کام بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اور سنن نسائی میں صحیح سند سے یہ اضافہ ہے:

((وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ)) [سنن النسائي، صلاة العيدين، باب كيف الخطبة، حديث: ١٥٧٩]

''اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔''

(۲)......سنت سے انحراف جنت سے محرومی کا سبب ہے:

بدعت کی ایجاد اور اس پر عمل سنت رسول سے انحراف ہے۔ اطاعت رسول کا اہتمام کرنے والا بدعت ایجاد نہیں کرتا۔ کیوں کہ اس کے نزدیک دین وہی ہے جو اللہ کے رسول نے بتلایا یا عمل کر کے دکھلایا۔ اور ایسا شخص رسول اللہ ﷺ کے فرمان اور اس کے اسوۂ حسنہ ہی کو نجات کے لیے بجا طور پر کافی سمجھتا ہے اور سنت، یعنی آپ کے اسوۂ حسنہ سے انکار ہی بدعت سازی کی بنیاد ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ يَأْبٰى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ أَبٰى)) [صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، حديث: ۷۲۸۰]

''میری امت ساری کی ساری جنت میں جائے گی سوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا۔ صحابہ نے پوچھا: اللہ کے رسول! انکار کون کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے یقیناً (جنت میں جانے سے) انکار کر دیا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں جانے کے لیے اطاعت رسول ضروری ہے اور اطاعت رسول سے گریز جنت سے محرومی کا سبب ہے۔ اس حوالے سے بھی امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اکثریت کا حال دیکھ لیا جائے تو حدیث افتراق امت میں کی گئی پیش گوئی کی صداقت واضح ہو جاتی ہے۔ اطاعت رسول سے گریز کی دو صورتیں ہیں اور دونوں ہی عام ہیں۔

❀......پہلی صورت ہے کہ اخلاق و کردار، سیاست و معاشرت، معاملاتِ بیع و شراء، شکل و صورت اور معاشرتی تقریبات میں اطاعت رسول اور اسلامی تعلیمات کا اہتمام نہ کیا جائے، ان کی پابندی سے گریز کیا جائے اور اپنی من مانی کی جائے۔ یہ صورت کتنی عام ہے؟ اس کا اندازہ ہر شخص آسانی سے لگا سکتا ہے۔ جیسے ایک شاعر نے کہا ہے:

وضع میں ہو تم نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کر شرمائیں یہود

❀......دوسری صورت یہ ہے کہ جو لوگ مذہب سے وابستہ ہیں، یعنی نماز، روزے کا وہ اہتمام کرتے ہیں، اوّل تو ان کی نمازیں دیکھ لیں کہ کیا وہ سنت کے مطابق ہیں یا نماز کے ساتھ وہ مذاق کرتے ہیں؟

دوسرے، اخلاق و کردار اور امانت و دیانت کے اعتبار سے ان کی اکثریت بھی، سوائے معدودے چند افراد کے، پہلی صورت کے افراد سے مختلف نہیں ہے۔

تیسرے، ان کے ہاں مذہب سے وابستگی کا مطلب احکام و فرائض اسلام کی بجا آوری نہیں ہے، بلکہ بدعات اور رسوم و رواج کی پابندی ہے اور ان کے ہاں اسی کا اہتمام زیادہ ہے۔

چوتھے، موضوع یا ضعیف روایات کی بنیاد پر یہ مذہبی طبقہ کئی جشن مذہب کے نام پر مناتا ہے جن میں من گھڑت فضائل بیان کیے جاتے ہیں اور مختلف خانہ ساز اعمال بجالائے جاتے ہیں، جیسے جشن میلاد، جشن شب معراج، فضائل شب براءت، فضائل رجب وغیرہ ہیں۔ جن کی کوئی فضیلت صحیح احادیث سے ثابت نہیں ہے۔ لیکن ان کے فضائل میں بڑے دھڑلے سے اور نہایت بے خوفی سے من گھڑت احادیث بیان کی جاتی ہیں۔ حالاں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) [صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، حديث: ۳٤٦۱]

''جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا، اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔''

مسنون اعمال میں بھی اپنی طرف سے اضافہ نامقبول ہے:

علاوہ ازیں اپنے خود ساختہ طریقے سے اپنے زعم کے مطابق زیادہ عبادات کے اہتمام کو بھی نبی ﷺ نے اپنی سنت سے انحراف قرار دیا ہے، جیسے احادیث میں تین افراد کا واقعہ صحیح سند کے ساتھ موجود ہے کہ انھوں نے اپنے اپنے طور پر یہ خیال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو تو اللہ

تعالیٰ نے بہت بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے اور آپ کے اگلے پچھلے گناہوں کو بھی معاف فرما دیا ہے، اس لیے ہمیں تو آپ سے زیادہ اللہ کی عبادت کرنے کی ضرورت ہے۔ چناں چہ ان میں سے ایک نے عہد کیا کہ میں تو ساری عمر ساری رات نماز پڑھتے ہوئے گزارا کروں گا۔

دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھا کروں گا اور کبھی ناغہ نہیں کروں گا۔

تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے بالکل کنارہ کش رہوں گا اور کبھی بھی نکاح نہیں کروں گا۔ جب نبی ﷺ کے علم میں ان کی باتیں آئیں تو آپ نے ان کو بلا کر پوچھا: تم نے اس اس طرح باتیں کی ہیں؟ پھر فرمایا:

((أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لٰكِنِّيْ أَصُوْمُ وَأُفْطِرُوْا أُصَلِّيْ وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ)) [صحيح البخاري، النكاح، باب الترغيب في النكاح، حديث:٥٠٦٣]

''خبردار! اللہ کی قسم، میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ متقی ہوں، اس کے باوجود (میں مسلسل روزے نہیں رکھتا بلکہ کبھی) روزہ رکھ لیتا ہوں اور (کبھی) چھوڑ دیتا ہوں اور (اسی طرح میں ساری رات نماز پڑھتے ہوئے نہیں گزارتا بلکہ) میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں نے عورتوں سے شادیاں بھی کی ہوئی ہیں (پس یہ سارے ہی کام میری سنت ہیں) جس نے میری (کسی ایک) سنت سے اعراض کیا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔''

اخلاصِ نیت کے ساتھ اتباعِ سنت کا لزوم:

یہ حدیث سنت اور غیر سنت کی پہچان کے لیے بڑی اہم ہے۔ نماز پڑھنا، روزے رکھنا، عورتوں وغیرہ علائق سے دنیا سے تعلق نہ رکھنا، یہ سارے امور پسندیدہ ہیں، ناپسندیدہ نہیں۔ لیکن اگر ان امورِ خیر میں بھی سنت کو سامنے نہیں رکھا جائے گا بلکہ اپنی پسند اور مرضی کو دخل دیا جائے گا تو اخلاصِ نیت کے باوجود طریقہ نبوی سے انحراف کی وجہ سے یہ پسندیدہ امور بھی ناپسندیدہ اور سنت رسول سے انحراف قرار پائیں گے۔ مذکورہ تینوں اصحابِ رسول نے محض اللہ کی رضا کے لیے اللہ کی زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کی غرض سے مذکورہ فیصلے کیے تھے۔ لیکن چوں کہ ان میں وہ اعتدال اور توازن نہیں تھا جو سنت رسول اور اسلامی تعلیمات کا امتیاز ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنی سنت سے اعراض قرار دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اخلاصِ نیت کے ساتھ ساتھ ہر دینی معاملے میں اتباعِ رسول بھی ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی عمل عنداللہ مقبول نہیں ہوگا۔ جب مسنون اور مامور عمل میں اپنی طرف سے کمی بیشی نامقبول ہے تو وہ اعمال سرے ہی سے خود ساختہ ہیں، شریعت میں ان کا وجود ہی نہیں ہے، محض نیک نیتی سے وہ اعمال کس طرح مقبول و محمود ہو سکتے ہیں؟

(۳)......دین سے ناآشنا عوام میں مشرکانہ عقائد و اعمال عام ہیں:

یہ حقیقت بھی بڑی تلخ ہے کہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد مشرکانہ عقائد و اعمال میں مبتلا ہے، غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز اور ان سے استمداد و استغاثہ عام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسجدیں ویران ہیں لیکن غیر اللہ کی قبریں اور ان کے دربار خوب آباد ہیں۔ اللہ سے لوگ اتنا نہیں ڈرتے جتنے فوت شدہ بزرگوں سے ڈرا جاتا ہے۔ قبروں میں مدفون ان بزرگوں کو عالم الغیب، متصرف فی الامور، مشکل کشا، حاجت روا، دور اور نزدیک سے فریادیں سننے والا اور نافع و ضار سمجھا جاتا ہے۔ حالاں کہ یہ ساری صفتیں صرف اللہ کی ہیں، اللہ کے سوا کوئی مذکورہ صفات کا حامل نہیں۔ اور الوہی صفات میں مخلوق کو بھی شریک کرنا، اسی کا نام شرک ہے اور اسی کو دیکھتے ہوئے قرآن کریم کی صداقت واضح ہو جاتی ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان موجود ہے:

﴿ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴾

[یوسف۱۲: ۱۰۶]

''اللہ پر ایمان رکھنے والے اکثر مشرک ہیں۔''

اور شیطان کا یہ قول بھی سامنے آ جاتا ہے جو اس نے اللہ سے

مخاطب ہو کر کہا اور جسے قرآن نے نقل کیا ہے:

﴿ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ o ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۚ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴾

[الاعراف ٩: ١٦، ١٧]

''پس اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ان (لوگوں کو گمراہ کرنے) کے لیے تیرے سیدھے راستے پر ضرور بیٹھوں گا، پھر میں ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے ان کے پاس ضرور آؤں گا اور ان کے دائیں سے بھی اور بائیں سے بھی۔ اور تو (اے اللہ) ان کی اکثریت کو شکر گزار نہیں پائے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا:

﴿ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾

[الاعراف ٩: ١٨]

''ان میں سے جو تیری پیروی کرے گا تو میں تم سب سے جہنم کو ضرور بھر دوں گا۔''

شیطان اپنے داؤ پیچ میں کس طرح کامیاب رہا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی وضاحت فرمادی ہے:

﴿ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [سبا ٣٤: ٢٠]

''اور ابلیس نے ان کے متعلق اپنا خیال یقیناً سچا کر دکھایا، چناں چہ مومنوں کی ایک تھوڑی سی جماعت کے سوا سب نے اسی کا اتباع کیا۔''

شرک کو شرک کوئی نہیں سمجھتا، یہی شیطانی چال اور اس کا مکر وفریب ہے، وہ شرک کرواتا ہے لیکن اس پر خوب صورت اور حسین غلاف چڑھا کر یا دل فریب اور خوش نما ناموں کے ذریعے سے۔ کبھی اس کو اولیاء اللہ کی محبت باور کراتا ہے، کبھی اس کو وسیلے کا عنوان دے دیا جاتا ہے، کبھی کہا جاتا ہے جس کو تم مدد کے لیے پکارتے ہو، ان کو تو موت آتی ہی نہیں ہے۔ وہ صرف دنیا سے پردہ کر جاتے ہیں، اس لیے ان فوت شدہ لوگوں کو الوہی صفات کا حامل سمجھ لیا جاتا ہے اور بلا خوف وخطر کہا جاتا ہے:

⊙......شہباز، کرے پرواز، جانے راز دلاں دے

⊙......امام بری امام بری میری کھوٹی قسمت کروہری

⊙......یا علی مولا میری کشتی پار لگا دینا

اور یہ نعرے بھی عام ہیں۔ یا علی مدد، یا رسول اللہ مدد، یا حسین مدد، یا صاحب الزمان أَدرِكنِي ۔ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَبَّيْكَ يَا حُسَيْن

يَـا رَسُـوْلَ الـلّٰـهِ! اِسْـمَـعْ قَـالَـنَـا وَانْظُرْ حَـالَنَـا
إِنِّيْ فِيْ بَحْرِ غَمٍّ مُّغْرَقٍ، خُذْ بِيَدِيْ سَهِّلْ لَنَا أَشْكَالَنَا

حالاں کہ یہ سب شرکِ صریح کے مظہر ہیں لیکن مختلف عنوانات سے اس شرک کا ارتکاب عام ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے شراب کی بوتل پر روح افزا کا لیبل لگا دیا جائے تو کیا وہ شراب، شربت روح افزا میں تبدیل ہو جائے گی؟ حرام کے بجائے حلال ہو جائے گی؟ اس کا استعمال جائز ہو جائے گا؟ نہیں، یقیناً نہیں، کسی حرام کا نام بدل لینے سے وہ حلال نہیں ہو سکتی، اس کی حقیقت نہیں بدل سکتی اور اس کا استعمال جائز نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جب شرک کی حقیقت یہ ہے کہ وہ غیر اللہ میں، چاہے وہ پتھر ہو، شجر ہو، نبی ولی ہو، زندہ ہو یا مردہ ہو، اللہ والی صفات تسلیم کرنا ہے۔ تو یہ شرک ہر جگہ عام ہے، بت پرست ہی یہ نہیں کرتے، نام نہاد مسلمان بھی بڑی تعداد میں قبر پرستی کی صورت میں اور بزرگوں کی محبت کے عنوان پر اس کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اور شرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾ [النسآء ٤: ٤٨]

''اللہ شرک کو معاف نہیں کرے گا، اس کے علاوہ دوسرے گناہ جس کے چاہے گا معاف کر دے گا۔''

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴾

[المآئدۃ ٥: ٧٢]

''جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے، اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ایسے ظالموں (مشرکوں) کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔''

(۴)......تقلیدی رویے:

گمراہی کا ایک بڑا سبب تقلید بھی ہے جس کو اپنے طور پر فرض وواجب کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ مزید برآں اس تقلیدی رویے کی وجہ سے بہت سی صحیح احادیث کو ماننے سے انکار کردیا گیا ہے۔ صحت حدیث کے اعتراف کے باوجود محض تقلید امام کے خودساختہ نظریے کی وجہ سے حدیث رسول کو ٹھکرا دینا، کیا کسی مسلمان کا شیوہ ہوسکتا ہے؟ لیکن حدیث رسول کے ساتھ یہ استہزا ومذاق بھی صدیوں سے کیا جارہا ہے اور یہ کام دین ناآشنا عوام کالانعام کی طرف سے نہیں، اصحابِ جبہ ودستار، مدعیانِ زہد وتقویٰ اور وارثانِ منبر ومحراب کی طرف سے کیا جارہا ہے اور کیا جاتا ہے۔ کیا اس شوخ چشمانہ جسارت کا قرآنِ کریم کی درج ذیل آیات کی روشنی میں کوئی جواز ہے؟

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ [النسآء ٤: ٦٥]

''آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک اپنے آپس کے اختلاف میں آپ کو حَکَم (ثالث) نہ مان لیں، پھر آپ کے فیصلے پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں اور اسے دل وجان سے تسلیم کرلیں۔''

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ﴾ [الاحزاب٣٣:٣٦]

''کسی مومن مرد اور مومن عورت کے یہ لائق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کردیں تو اس کے بعد ان کو اپنے معاملے میں کوئی اختیار ہو۔''

مومنوں کا طرۂ امتیاز اور شیوۂ گفتار تو اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے:

﴿ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴾ [النور ٢٤: ٥١، ٥٢]

''بس مومنوں کی تو بات ہی یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تا کہ وہ ان کے مابین فیصلہ کرے تو وہ کہتے ہیں: ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس کا تقویٰ اختیار کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔''

اور جو لوگ دعوائے ایمان کے باوجود اس کے برعکس رویہ اختیار کرتے ہیں، ان کی بابت اللہ نے فرمایا:

﴿ وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيقٌ مِنْهُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ وَمَا أُولٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ مُعْرِضُونَ ﴾ [النور ٢٤: ٤٧، ٤٨]

''اور وہ کہتے ہیں: ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی، پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فریق (اطاعت سے)، پھر جاتا ہے اور وہ لوگ مومن ہی نہیں۔ اور جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تا کہ وہ ان کے مابین فیصلہ کرے تو اچانک ان میں سے ایک فریق منہ موڑ لیتا ہے۔''

یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآنِ کریم میں تو یہ آیات منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور ان میں انھی کا رویہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ بات بلاشبہ صحیح ہے لیکن یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلمہ ہے کہ شانِ نزول کے خاص سبب کا اعتبار نہیں، اصل چیز وہ حکم ہے جو اس سے ثابت ہوتا ہے اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے اس کا اثبات ہوگا۔

بشرطیکہ ان کے اندر بھی وہی چیزیں ہوں جو شانِ نزول کا سبب بننے والے لوگوں کے اندر تھیں۔ اس اعتبار سے اہل تقلید کا رویہ بھی قرآن وحدیث کے معاملے میں ان سے مختلف نہیں ہے جو عہد رسالت کے منافقین کا مذکورہ آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ بنابریں اس بات کا شدید خدشہ ہے کہ وہ بھی اپنے تقلیدی رویے کی وجہ سے ان آیات کا مصداق قرار پا جائیں جو اگرچہ نازل منافقین کے بارے میں ہوئی تھیں۔ اس لیے کہ اَلْعِبْرَۃُ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا بِخُصُوْصِ السَّبَبِ۔ اس کی مزید تفصیل کے لیے دیکھئے ہماری کتاب ''عظمت حدیث''، مطبوع دارالسلام۔

اس پہلو سے بھی امت مسلمہ کی اکثریت کو برسرحق تسلیم کرنا نہایت مشکل ہے۔ [جاری ہے]

❀❀............❀............❀❀

اساتذہ کی ضرورت

ادارہ نصر الائمہ گوجرانوالہ کو دینی، خطابتی اور تدریسی امور کی انجام دہی کے لیے افراد وخواتین اساتذہ کی ضرورت ہے۔ شوہر اور بیوی کو ترجیح ہوگی۔ نیز ایک انگلش سکول واکیڈمی میں خدمات کے لیے دینی ودنیاوی تعلیم سے آراستہ میاں بیوی مدرسین کی ضرورت ہے۔ کمپیوٹر اور میٹرک سے اوپر تعلیم دینے والوں کو ترجیح ہوگی۔

ابوالاحتشام حمزہ طور، ناظم ادارہ نصر الائمہ کھیالی بائی پاس

مدرسہ معاذ بن جبل اولیس آٹو مارکیٹ، گوجرانوالہ۔ فون: 0333-8112611

عقیدۂ ختم نبوت اسلام کا اساسی عقیدہ ہے

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء ورسل کے سردار اور خاتم النبیین ہیں۔ حضور ﷺ خیر اُمت اور خاتم الامم ہیں۔ عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف عقیدہ رکھنا کفر کے زمرے میں داخل کر دیتا ہے۔ اسی طرح نظریہ حلولیہ کہ کسی کی روح کسی دوسرے آدمی میں چلی جائے یہ بھی خطرناک وافسوس ناک عقیدہ ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عقائد باطلہ سے محفوظ فرمائے اور ختم نبوت ورسالت کا خادم بنائے، آمین۔

[محمد ابراہیم خلیل منصور پوری، (قاری) گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور]

❀❀............❀............❀❀

علمائے اہل حدیث کی سنن اربعہ کی پانچ مشہور شروح کا تعارف

عبدالرشید عراقی

سنن اربعہ میں حدیث کی چار مشہور کتابیں شامل ہیں:

① ...... سنن ابی داؤد۔ ② ...... جامع ترمذی۔ ③ ...... سنن نسائی اور ④ ...... سنن ابن ماجہ

علمائے اہل حدیث نے ان کی شروح، حواشی اور تعلیقات پر خاص توجہ کی ہے۔ جن کی تفصیل جماعت اہل حدیث کے محقق عالم دین حضرت علامہ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی کتاب ''پاک وہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث'' اور راقم کی کتاب ''حدیث کی نشر واشاعت میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس مقالہ میں پانچ مشہور شروح یعنی غایۃ المقصود اور عون المعبود (سنن ابی داؤد کی شروح)، از مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی رحمہ اللہ (م ۱۳۲۹ھ)۔ تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی از مولانا ابوالعلی عبدالرحمان محدث مبارک پوری رحمہ اللہ (م ۱۳۵۳ھ)۔ التعلیقات السلفیہ شرح سنن نسائی از مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ (م ۱۴۰۸ھ)۔ انجاز الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ از حضرت مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ کا تعارف پیش خدمت ہے۔ [عراقی]

غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد:

یہ سنن ابی داؤد کی مبسوط، جامع اور مفصل شرح ہے۔ اس کے شارح مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) ہیں۔ جو شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) اور علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی (م ۱۳۲۷ھ) کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔

یہ شرح ۳۲ جلدوں میں مکمل ہونا تھی۔ لیکن یہ شرح مکمل نہ ہوسکی۔ اس کی صرف پہلی جلد مطبع انصاری دہلی سے بڑی تقطیع پر ۱۹۴ صفحات پر کتاب الطہارۃ سے باب ''ترک الوضوء مما مسّتہ النار'' تک مشتمل ہے، ۱۳۰۵ھ میں چھپی۔ یہ شرح کتنے پاروں تک مکمل کی گئی اس کے بارے میں مولانا محمد عزیر سلفی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ ۲۱ پاروں تک مکمل ہوچکی تھی۔ لیکن اس شرح کا مسودہ کہا گیا اس کے متعلق پتا نہیں چل سکا۔ صرف دو جلدیں خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہیں جس میں کتاب الطہارہ مکمل ہوگئی ہے۔

پہلی جلد جو مطبوعہ ہے اس کے شروع میں ایک جامع وعلمی وتحقیقی مقدمہ ہے جس میں امام ابوداؤد کے حالات اور سنن ابی داؤد کے متعلق بڑی مفید معلومات درج ہیں اور حاشیہ پر حافظ ابن قیم کی تہذیب السنن اور حافظ عبدالعظیم منذری کی مختصر السنن بھی ہے۔

اس شرح کے بارے میں مولوی عبدالرشید بن مولوی ظہیر احسن نیموی لکھتے ہیں:

هذا شرح نفيس ليس لهٗ نظير بين شروحه ۔

''یہ بہت عمدہ شرح ہے جس کی دوسری شرح میں کوئی نظیر نہیں۔''

[تحريك ختم نبوت، ج:۲، ص:۲۸۸]

مشہور حنفی عالم مولانا خلیل احمد سہارن پوری (م ۱۳۴۶ھ) اپنی شرح بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ ''غایۃ المقصود ابوداؤد کے پوشیدہ خزانوں کو کھولنے والی اور

تمام جواہرات سے بھری ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف پر اپنا فضل وکرم فرمائے۔ انھوں نے شرح کا حق ادا کر دیا۔''

یہ شرح جو دستیاب ہوئی ہے تین جلدوں میں غالباً مدینہ منورہ سے شائع ہو چکی ہے۔

عون المعبود علی سنن ابی داؤد:

یہ بھی سنن ابی داؤد کی شرح ہے اور غایۃ المقصود کا اختصار ہے اور اس کے مصنف بھی مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) ہیں۔ یہ شرح چار جلدوں میں ہے اور یہ شرح پہلی بار مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۱۸ھ تا ۱۳۲۲ھ شائع ہوئی۔ اس کے بعد ''دارالکتب العربی'' بیروت سے اس کا عکس شائع ہوا۔ ۱۳۸۸ھ میں تیسری بار مدینہ منورہ سے ۱۴ جلدوں میں چھوٹی تقطیع پر شائع ہوئی۔ لیکن اس میں بہت سی اغلاط پائی جاتی ہیں۔ ۱۳۹۹ھ میں چوتھی بار نشر السنہ ملتان ہندی طبع ہی کا عکس شائع کیا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عون المعبود مولانا شمس الحق ہی کی تالیف ہے۔ لیکن غایۃ المقصود سے مختصر کرنے میں جن علمائے کرام نے مولانا شمس الحق کے ساتھ تعاون کیا وہ تھے:

① ...... مولانا شرف الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۶ھ) جو شارح کے چھوٹے بھائی تھے۔

② ...... مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ) صاحب تحفۃ الاحوذی فی شرح جامع ترمذی۔

③ ...... مولانا ابوعبداللہ حکیم محمد ادریس ڈیانوی (م ۱۹۶۰ء) شارح کے صاحبزادے۔

④ ...... مولانا محمد زبیر ڈیانوی (م ۱۳۲۹ھ)

⑤ ...... مولانا یوسف حسین خان پوری (م ۱۲۵۲ھ)

[عون المعبود، ج:۴، ص:۵۵۳، تراجم علمائے حدیث ہند، ص:۴۰۲]

مولانا محمد مستقیم سلفی بنارسی لکھتے ہیں:

''اس شرح میں اسناد ومتن سے متعلق اشکالات کے حل وایضاح کی طرف توجہ کی گئی ہے اور الفاظ کی مختصر وضاحت کرتے ہوئے جابجا ترکیب بھی کر دی گئی ہے۔''

[جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، ص:۵۰]

یہ شرح بے شمار لطیف ودقیق مسائل ومباحث کا مجموعہ، نادر تحقیقات اور علمی نکات پر مشتمل ہے اور مختصر ہونے کے باوجود مفید مطلب ہے۔ اس لیے دمشق کے نامور عالم دین علامہ محمد منیر دمشقی (م ۱۳۶۹ء) تحریر فرماتے ہیں:

کل من جاء بعدهٔ من شیوخ الهند وغیرهٔ استمدوا من شرحه۔ [انموذج من الاعمال الخبریه، ص:۶۲۷ بحواله مولانا شمس الحق عظیم آبادی (حیات وخدمات)، ص:۷۹]

''ان کے بعد جو بھی آیا اس نے اس شرح سے استفادہ کیا۔''

اس شرح کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ مولانا شمس الحق نے سنن ابی داؤد کے ۱۴ قدیم نسخوں کی تصحیح کا بھی اہتمام کیا۔

تحفۃ الاحوذی:

تحفۃ الاحوذی جامع ترمذی کی مشہور ومعروف شرح ہے۔ شارح کا نام مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ) ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری بلند پایہ محدث تھے۔ شیخ الکل مولانا سید محمد نزیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ)، علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی (م ۱۳۲۷ھ) اور مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ) کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ رحمہم اللہ اجمعین

تحفۃ الاحوذی بہت سی خصوصیات کی حامل شرح ہے۔ اس شرح کے بارے میں شیخ الحدیث مولانا ابوالحسن عبید اللہ رحمانی مبارکپوری (م ۱۴۱۴ھ) لکھتے ہیں کہ

حضرت مؤلف علامہ ابوالعلی عبدالرحمٰن مبارکپوری نور اللہ مرقدهٔ وبرد مضجعه نے اس مبارک شرح میں جن مفید اور ضروری امور کا التزام اور لحاظ کیا ہے ان کا مجموعہ کسی دوسری شرح میں نہیں مل سکے گا۔ ان امور کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ ان میں سے مختصراً درج کیے جاتے ہیں:

① ...... جامع ترمذی کے ہر راوی کا ترجمہ بقدر ضرورت لکھا گیا ہے اور مقدمہ شرح میں تمام راویوں کی فہرست بہ ترتیب حروف تہجی دے دی گئی ہے۔ اور جس راوی کا ترجمہ شرح کے جس صفحہ میں مذکور ہے اس کا نشان دے دیا گیا ہے۔

② ...... جامع ترمذی کی تمام حدیثوں کی تخریج کی گئی ہے۔ یعنی اس کتاب کی حدیثوں کو امام ترمذی کے علاوہ اور جن محدثین نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔ ان کا اور ان کی کتابوں کا نام بتا دیا گیا ہے۔

③ ...... امام ترمذی نے وفی الباب کے عنوان سے جن احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان کی مفصل تخریج کی گئی ہے۔ اور ان احادیث کے الفاظ بھی اکثر مقامات میں نقل کیے گئے ہیں۔ احادیث مشار الیہ کے علاوہ اور دیگر احادیث کی تخریج کا بھی جا بجا اضافہ کیا گیا ہے۔

④ ...... تصحیح وتحسین حدیث میں امام ترمذی کا تساہل مشہور ہے۔ اس لیے ہر حدیث کی تحسین وتصحیح کے متعلق دیگر ائمہ فن حدیث کے اقوال بھی نقل کیے گئے ہیں اور جن احادیث کی تصحیح وتحسین میں امام ترمذی سے تساہل ہوا ہے اُس کی تصریح کر دی گئی ہے۔

⑤ ...... اسنادی ومتنی اشکالات کے حل وایضاح کی طرف خاص توجہ کی گئی ہے۔

⑥ ...... احادیث کی توضیح وتشریح میں بہت کچھ تحقیق سے کام لیا گیا ہے اور جن مقلدین جامدین اور جن اہل ہوا نے احادیث نبویہ کو اپنے مذہب ومسلک پر منطبق کرنے کے لیے غلط اور واہی تاویلیں وتقریریں کی ہیں۔ ان کی تاویلات وتقریرات کی کافی تغلیط کر دی گئی ہے، اور احادیث کے صحیح مطالب ومضامین جو سلف صالحین اور فقہاء ومحدثین کے نزدیک معتمد ومستند ہیں بیان کر دیئے گئے ہیں۔

⑦ ...... اختلاف مذاہب کے بیان میں ہر مذہب کے دلائل بیان کر کے مذہب حق وراجح کو ظاہر کر دیا گیا ہے۔ اور اس کی نصرت وتائید کی گئی ہے، اور مذاہب مرجوحہ وغیر صحیحہ کے دلائل کے شافی جواب دیئے گئے ہیں۔

⑧ ...... آثار السنن (للشوق نیموی) وغیرہ کی جا بجا لطیف اور قابل دید تنقید کی گئی ہے۔ حضرت الشیخ کو پہلی دو جلدوں کی تبیض کے بعد ضعف بصارت کی وجہ سے بقیہ دو جلدوں کی تسوید وتبیض میں معاون کی ضرورت تھی۔ راقم الحروف بطور تحدیث نعمت کے عرض کرتا ہے کہ آخری دو جلدوں کی تسوید وتبیض میں اعانت کی غرض سے حضرت کی خدمت میں کامل دو برس رہنے کا شرف وفخر اس کو بھی حاصل ہے۔ [سیرت البخاری مطبوعہ اسرار کریمی پریس الہ آباد طبع ثانی ۱۳۶۷ھ ص:۴۲۹،۴۳۰]

شیخ احمد شاکر (م ۱۳۷۷ھ) نے اپنی شرح ترمذی کے مقدمہ میں تحفۃ الاحوذی کا ذکر خیر کیا ہے۔

مقدمہ تحفۃ الاحوذی:

مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری ﷫ نے اپنی شرح کا علیحدہ مقدمہ تحریر کیا ہے۔ یہ مقدمہ بہترین بڑا جامع اور علمی وتحقیقی نکات پر مشتمل ہے۔ اس مقدمہ کے بارے میں شیخ الحدیث مولانا ابوالحسن عبید اللہ رحمانی مبارکپوری (م ۱۴۱۴ھ) لکھتے ہیں کہ

حضرت الشیخ نے شرح مذکور کا ایک مبسوط مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے جو مستقل طور پر علیحدہ طبع ہو کر شائع ہے۔ یہ مقدمہ دو باب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

پہلے باب میں ۴۱ فصلیں ہیں۔ جن میں عام فنون حدیث، کتب حدیث، ائمہ حدیث کے متعلق نہایت کار آمد اور ضروری فوائد جمع کر دیے گئے ہیں۔

دوسرا باب ۱۷ فصلوں پر مشتمل ہے۔ جن میں خاص جامع ترمذی اور امام ترمذی کے متعلق بہت ضروری اور غایت درجہ مفید مباحث مذکور ہیں۔

باب ثانی جن نادر اور قیمتی فوائد پر مشتمل ہے۔ ان کا جاننا جامع

ترمذی کے طالب علم کے لیے ازبس ضروری ہے۔

ان مباحث کو پڑھے بغیر جامع ترمذی کا پڑھنا اور پڑھانا بے معنی اور لاحاصل ہے۔ مقدمہ میں مختلف مناسبتوں سے ۱۱۵ ائمہ حدیث وتفسیر وفقہ ولغت کے تراجم بھی آ گئے ہیں۔ اس کی تمام خوبیوں کا اندازہ شروع میں ملحقہ فہرست سے ہوجاتا ہے جو ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ آخر میں حضرت الشیخ کا ترجمہ بھی ملحق ہے۔ [سیرۃ البخاری،ص:۴۳۱]

مقدمہ تحفۃ الاحوذی کے کچھ مباحث نامکمل رہ گئے تھے کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری رحلت فرما گئے۔ تو نامکمل مباحث کو مولانا عبدالصمد حسین آبادی (م ۱۳۶۷ھ) نے مکمل کیا۔

[تذکرہ علمائے اعظم گڑھ]

تحفۃ الاحوذی کے بارے میں مولانا محمد عزیر سلفی لکھتے ہیں کہ جامع ترمذی کی سب سے مشہور شرح ''تحفۃ الاحوذی'' مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ) نے تالیف فرمائی۔ اور حق یہ ہے کہ اس میدان میں تمام شارحین سے بازی لے گئے۔ آج اسے علمی حلقوں میں ''جامع ترمذی'' کی سب سے اہم شرح تصور کیا جاتا ہے۔ مولانا مبارکپوری رحمہ اللہ نے اس کا ایک مقدمہ علیحدہ جلد میں لکھا ہے جس میں فن حدیث کے مختلف مسائل اور اس کی مختلف کتابوں پر تبصرہ ہے۔ یہ بھی اہل علم کے لیے معلومات کا خزانہ ہے۔

[مولانا شمس الحق عظیم آبادی (حیات وخدمات)،ص:۳۷]

تحفۃ الاحوذی کی کتابت شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی (م ۱۹۶۸ء) کے والد محترم مولوی حکیم محمد ابراہیم (م ۱۹۴۰ء) نے کی تھی۔ تحفۃ الاحوذی کی پہلی جلد ۱۳۴۶ھ میں جنید برقی پریس دہلی سے شائع ہوئی۔ اور اس کے بعد بقیہ جلدیں اور مقدمہ شائع ہوا۔ دوسری بار مولانا محمد صادق خلیل فیصل آبادی (م ۲۰۰۴ء) نے اپنے اشاعتی ادارہ ضیاء السنہ فیصل آباد سے طبع دہلی کا عکس شائع کیا۔

یہ شرح معہ مقدمہ غالباً دس جلدوں میں مع مقدمہ مدینہ منورہ سے بھی شائع ہو چکی ہے۔

تحفۃ الاحوذی اور مقدمہ تحفۃ الاحوذی پر مشہور اہل حدیث اور محقق عالم دین مولانا فیض الرحمٰن الثوری (م ۱۹۹۶ء) نے دو کتابیں تالیف فرمائیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

① ......رشح السحاب فيما ترك الشيخ مما في الباب

② ...... فهرست اسماء الصحابه الذين ذكرهم الترمذى تحت قوله وفي الباب

ان دونوں کتابوں کا تعارف جماعت اہل حدیث کے نامور محقق عالم دین مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے درج ذیل الفاظ میں کرایا ہے۔

رشح السحاب فیما ترک الشیخ مما فی الباب:

حضرت مولانا فیض الرحمٰن الثوری رحمہ اللہ کی یہ کتاب جامع ترمذی کے ''وفی الباب'' کی ان روایات پر مشتمل ہے جن کے بارے میں محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے تحفۃ الاحوذی میں اپنے عدم علم کا اظہار فرمایا۔ جن کی تعداد تقریباً سات سو ہے۔ مولانا ثوری رحمہ اللہ نے ان روایات کی تخریج کی اور ان میں تقریباً چھ سو احادیث تلاش کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

یہ کتاب نشر السنہ ملتان کے زیر اہتمام طبع ہونے والے نسخہ ''تحفۃ الاحوذی'' کے حاشیہ میں مطبوع ہے۔

فہرست اسماء الصحابہ الذین ذکرہم الترمذی تحت قولہ وفی الباب:

یہ کتاب بھی مرحوم مولانا فیض الرحمٰن کی مرتبہ ہے جس میں اُنھوں نے ان صحابہ کرام اور ان کی مرویات کو صحابہ کرام کے حروفِ تہجی پر جمع کر دیا۔ جن کی روایات کی طرف امام ترمذی نے ''وفی الباب'' میں اشارہ کیا ہے۔ مولانا ثوری رحمہ اللہ نے اس فہرست کے ساتھ تحفۃ الاحوذی کے صفحات بھی ذکر کر دیے کہ وہ حدیث کس جلد میں اور کس صفحہ پر ہے۔

التعلیقات السّلفیہ:

التعلیقات السّلفیہ سنن نسائی کی شرح ہے اور یہ محقق شہیر حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (م ۱۹۸۷ء) کی تصنیف ہے۔ مولانا

عطاء اللہ حنیف نے جن نامور علمائے حدیث سے علوم دینیہ میں استفادہ کیا۔ ان میں خاص طور پر اُستاد پنجاب مولانا عطاء اللہ لکھوی (م۱۹۵۲ء) مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی (م۱۹۶۲ء) اور شیخ العرب والعجم استاذ العلماء حضرت العلام حافظ محمد محدث گوندلوی (م۱۹۸۵ء) اور مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی (م۱۹۶۲ء) رحمہم اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مولانا عطاء اللہ رحمہ اللہ نے التعلیقات السّلفیہ میں جن مباحث کا ذکر فرمایا ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

① ......متعدد مختلف نسخوں سے مقابلہ کر کے متن کتاب کی تصحیح میں امکانی کوشش کی گئی ہے۔ ان میں ایک نسخہ وہ ہے جو حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کا تصحیح فرمودہ ہے۔

② ......التعلیقات السّلفیہ میں علامہ سندھی کا حاشیہ سنن نسائی شریف پورے کا پورا لے لیا گیا ہے۔ بلکہ علامہ سندھی رحمہ اللہ نے صحاح ستہ کے دوسرے حواشی سے بھی مناسب مقامات پر ضروری اضافے کیے ہیں اور بعض مقامات پر مسلک اہل حدیث کی تائید میں علامہ سندھی پر علمی تعاقب بھی کیا گیا ہے۔

③ ......علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے حاشیہ زہر الربی کی جامع تلخیص کی گئی ہے اس طرح کہ علامہ سندھی رحمہ اللہ کے حواشی میں جو حصے نہیں آئے، وہ زہر الربی سے لیے گئے ہیں۔اس طرح دونوں حاشیے کامل طور پر آ گئے ہیں۔

④ ......زہر الربی اور تعلیق سندھی کے مطبوعہ اور قلمی نسخوں میں اب تک جو بیاض چلے آ رہے تھے جس سے عبارت کا مطلب خبط ہو جاتا تھا کوشش کی گئی ہے کہ ان دونوں شارحین کی دوسری تصانیف اور ان کے ماخذ کی طرف رجوع کر کے ان کی تصحیح وتکمیل کی جائے۔

⑤ ......۱۳۱۵ھ میں ڈپٹی نذیر احمد مرحوم کے اہتمام سے مطبع انصاری دہلی میں جو سنن نسائی طبع ہوئی تھی وہ سابقہ سب اشاعتوں سے بحیثیت مجموعی عمدہ تھی (اس کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس میں ضبط وتحقیق رجال کی کوشش خاص طور پر کی گئی ہے) اس بنا پر اس کو اصل قرار دیا گیا ہے اور اس کے حواشی (الحواشی الجدیدہ) کا اکثر وبیشتر حصہ اس میں آ گیا ہے۔

⑥ ......خوش قسمتی سے علامہ حسین محدث یمانی (اُستاد حضرت نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ) کا سنن نسائی پر مختصر حاشیہ دستیاب ہو گیا تھا۔ جسے علامہ محدث کے پوتے علامہ خلیل عرب رحمہ اللہ نے مرحمت فرمایا۔ یہ قیمتی حاشیہ اب تک غیر مطبوعہ تھا۔وہ بھی اس اشاعت کی زینت ہے۔

⑦ ......سنن نسائی شریف کی تعلیم وتعلم کے وقت جو اشکال پیش آئے ہیں۔متعلقہ اسناد ومتعلقہ تطبیق احادیث پر التعلیقات السّلفیہ میں ان کے حل کی طرف خاص توجہ دی گئی ہے۔

⑧ ......التعلیقات السّلفیہ میں بعض ایسے مباحث بھی آ گئے ہیں جو متداول شروح حدیث میں اس طرح منقح طریق سے نہیں ہیں۔اس کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فوائد حدیثیہ کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔

⑨ ......تحقیقی کام کرنے والوں کی سہولت کے لیے احادیث کا شمار دے دیا گیا ہے اور ایسا انڈکس مرتب کیا گیا ہے جس سے پتا چل سکے کہ کس صحابی کی حدیث کہاں کہاں ہے۔

⑩ ......حوض میں متن کتاب ہے اور اس کے نیچے شرح ہے۔ اس طرح وہ دقت دور ہو گئی ہے جو کنارے کے حواشی میں پیش آتی تھی۔[الاعتصام لاہور حجیت حدیث نمبر۱۹۵۶ء]

محقق جماعت اہل حدیث مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ التعلیقات السّلفیہ علی سنن نسائی الاستاد المحدث مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔مولانا مرحوم نے آغاز میں بڑے سائز کے ۳۲ صفحات پر مشتمل اس کا مقدمہ بھی لکھا۔جس میں اُنھوں نے امام نسائی کے حالات، سنن نسائی کی مطبوعہ شروحات کے تذکرہ کے علاوہ سنن نسائی

کی اپنی سند کے تمام اعاظم رجال کے احوال کی نشان دہی بھی کی۔اس شرح کو عرب وعجم میں اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا شرف بخشا۔اور بلا ریب یہ اپنی جامعیت اور فنی خوبیوں کی بنا پر باقی تمام شروح وحواشی سے ممتاز ہے۔

[اہل حدیث لاہور (خدمات اہل حدیث نمبر) ص:۱۸۳]

مولانا محمد عزیر سلفی ﷾ لکھتے ہیں کہ

سنن نسائی کے شروح وحواشی میں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی التعلیقات السّلفیہ کافی مشہور ہے۔اس کتاب میں مولانا بھوجیانی نے پچھلے تمام حواشی اور علامہ سیوطی (م۹۱۱ھ) وعلامہ سندھی (م۱۱۳۸ھ) کی تعلیقات جمع کردی ہیں۔اور اپنی طرف سے بہت سے مفید مباحث کا اضافہ کیا ہے۔اس طرح یہ اچھی خاصی شرح ہوگئی ہے اور اہل علم کے درمیان خاصی مقبول ہے۔

[مولانا شمس الحق عظیم آبادی (حیات وخدمات) ص:۳۸]

مولانا محمد مستقیم سلفی ﷾ بنارسی شیخ الجامعہ السّلفیہ بنارس لکھتے ہیں:

یہ حاشیہ سنن نسائی کے دونوں حصوں پر ہے۔اس کی خوبی یہ ہے کہ حدیث کے مشکل الفاظ کی تشریح کی گئی ہے اور تعارض کی صورت میں تطبیق دی گئی ہے اور ضعیف یا مدلس راوی کی نشاندہی کی گئی ہے۔

[جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، ص:۲۶]

یہ شرح پہلی بار ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۶ء میں مکتبہ السّلفیہ لاہور سے شائع ہوئی۔دوسری بار ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء میں طبع ہوئی۔تیسری بار الریاض سعودی عرب سے پانچ جلدوں میں شائع ہوچکی ہے۔

انجاز الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ:

انجاز الحاجہ سنن ابن ماجہ کی بہت عمدہ شرح ہے اور یہ شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز ﷫ (سیالکوٹ) کی تصنیف ہے۔مولانا محمد علی جانباز علومِ اسلامیہ کے متبحر عالم دین تھے۔حدیث، متعلقات حدیث، اسماء الرجال اور تاریخ وسیر پر عبور کامل تھا۔آپ نے علوم اسلامیہ کی تحصیل نامور علمائے کرام سے کی۔آپ کے اساتذہ میں مولانا ابوالبرکات احمد مدراسی (م۱۹۹۱ء)، مولانا شریف اللہ خاں سواتی (م۱۹۷۹ء)، مولانا پروفیسر غلام احمد حریری (م۱۹۹۰ء) اور شیخ العرب والعجم حضرت العلام حافظ محمد محدث گوندلوی (م۱۹۸۵ء) شامل ہیں۔

یہ شرح گراں قدر علمی وتحقیقی نکات پر مشتمل ہے۔شرح کے آغاز میں حضرت مولانا جانباز نے ایک جامع وعلمی وتحقیقی مقدمہ تحریر کیا ہے اور مقدمہ سے پہلے فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف ﷾ نے ''تقدیم الکتاب'' کے عنوان سے برصغیر میں علمائے اہل حدیث کی دینی وعلمی اور حدیثی خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔حافظ صاحب کی تحریر (۱۸) صفحات پر محیط ہے۔

حضرت مولانا جانباز کے مقدمہ کے صفحات (۱۰۰) ہیں۔مولانا نے جن علمی وتحقیق موضوعات پر روشنی ڈالی ہے اس کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے۔

فائدہ اوّل:

علم حدیث موضوع اور غایت

فصل اوّل: روایت

فصل ثانی: درایت

فائدہ ثانیہ:

تدوین حدیث کی تاریخ، تدوین حدیث کی ابتدا، مسانید کا مدوّن کرنا، کتب صحاح ستہ کی تالیف، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ (ان سب کتب حدیث کا تعارف اور جس نہج پر ان کے مصنّفین نے احادیث کو اپنی کتابوں میں جمع کیا ہے۔اس کی مختصراً تفصیل بیان کی ہے۔)

فائدہ ثالثہ:

اس میں کتابت حدیث پر روشنی ڈالی ہے اور اس میں یہ واضح کیا ہے کہ کتابت حدیث کا آغاز عہد نبوی ﷺ میں ہوچکا تھا اور اس کے ساتھ منکرین احادیث کے شبہات واعتراضات کا بھی جواب دیا ہے۔

فائدہ رابعہ:

اس میں سنت کی تشریعی حیثیت، حجیت حدیث کے دلائل اور مقام سنت پر روشنی ڈالی ہے۔

فائدہ خامسہ:

اس میں برصغیر پاک وہند میں علم حدیث کی اشاعت اور اس سلسلہ میں علمائے کرام کی خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔

جن علمائے حدیث نے اشاعت علم حدیث میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ان میں شیخ علاؤ الدین علی بن حسام الدین المتقی (م ۹۷۵ھ)، شیخ محمد بن طاہر پٹنی (م ۹۸۶ھ)، شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ)، حکیم الامت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ)، حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی (م ۱۲۶۲ھ) اور محی السنہ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں قنوجی (م ۱۳۰۷ھ) رحمۃ اللہ علیہم کی خدمات حدیث کا تذکرہ کیا ہے۔

اس کے بعد شیخ الکل حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ (م ۱۳۲۰ھ) کی تدریسی خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت میاں صاحب کا تذکرہ کرنے کے بعد مولانا جانباز نے حضرت میاں صاحب کے ۳۴ جلیل القدر تلامذہ کا ذکر کیا ہے۔ جنھوں نے حدیث کی تدریسی و تصنیفی خدمات انجام دیں۔

فائدہ سادسہ:

اس میں امام ابن ماجہ کے حالات زندگی، رحلت فی طلب العلم، اساتذہ وتلامذہ کا ذکر، ان کی تالیفات السنن، التفسیر ارو التاریخ کا تذکرہ، سنن ابن ماجہ کے بارے میں مورخین اور محدثین کے تعریفی کلمات اور اس کے بعد امام ابوصیری (م ۸۳۰ھ) اور علامہ ابن عبدالہادی (م ۱۳۸ھ) کا ذکر کیا ہے۔ اور آخر میں سنن ابن ماجہ پر جو شروح، حواشی اور تعلیقات لکھے گئے۔ ان کی تفصیل دی ہے جن کی تعداد (۱۶) بتائی ہے۔



''اسرائیل سے اسرائیل تک'' ❶

ڈاکٹر ابرار محی الدین مرزا (اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور)

اختصار: ملک عصمت اللہ

بیسویں صدی عیسوی انسانیت کو کچھ ایسے خوفناک مسائل سے دوچار کر گئی ہے جن کا تدارک بنی نوع انسان شاید کبھی بھی نہ کر سکے۔ دو عالمگیر جنگوں میں کروڑوں انسانوں کا خاتمہ، مسلمانوں کی سیاسی وحدت کا خاتمہ، اس سیاسی خاتمے کو عالمی قوانین کے تحت تسلیم شدہ بنانے کے لیے یہودیوں کے ہاتھوں اقوامِ متحدہ کا قیام تاکہ مسلمان دوبارہ کبھی عالمی سیاست میں ایک اکائی کے طور پر حصہ نہ لے سکیں۔ پھر اسی اقوامِ متحدہ کے سہارے مسلمانوں کے درمیان ایک یہودی ریاست کا غیر آئینی قیام، سوویت یونین کا خاتمہ اور دنیا کا ایک سپر پاور کے عالمگیر اقتدار کی ہوس کی زد میں آنا طاقت کے زور پر کمزور ملکوں پر چڑھ دوڑنا اور پھر اس ''فتح'' (ریاستی دہشت گردی) کے خلاف اٹھنے والی تہذیبی وسیاسی تحریکوں کو کچلنے کے لیے ہمہ قسم کی طاقت کا استعمال یہ وہ سیاسی منظر نامہ ہے جو کاش وجود میں نہ آیا ہوتا۔

مذکورہ ہولناکیوں کے ساتھ ساتھ یہ دور مادی ارتقاء کے عروج کا دور بھی ہے۔ اس مادی ارتقاء نے دنیا کو سمیٹ کر ایک بستی بنا دیا ہے۔ مختلف علاقوں کے لوگ اتنے قریب آ گئے ہیں کہ قبل ازیں اس قربت کا تصور بھی ناممکن تھا۔ یہ گلوبلائزیشن بجائے اس کے کہ بنی نوع انسان کے مسائل حل کرتی لوگ ایک دوسرے سے مل کر خوش ہوتے ایک دوسرے کے مسائل حل کرتے دنیا سے جہالت اور غربت کا خاتمہ ہوتا اور لوگ ماضی کے مقابلے میں زیادہ امن وسکون سے رہتے، اس کے برعکس اس کا اثر یہ ہوا کہ انسان انسان کے ہاتھوں دہشت گردی کا شکار ہو رہا ہے۔ یہ دہشت گردی کہیں سیاسی ہے کہیں قوم پرستانہ ہے، کہیں معاشی ہے اور کہیں تہذیبی۔

اس دہشت گردی کے ساتھ ساتھ اس گلوبلائزیشن نے ریاستی دہشت گردی کو بھی جنم دیا جس نے کمزور ممالک کے وجود کے لیے خطرات پیدا کر دیے۔ اس گلوبلائزیشن نے ایک عالمی معاشی استحصالی نظام کو جنم دیا جس کی پیدا کردہ مصنوعی مہنگائی دنیا کے غریب کو مزید غریب بنا رہی ہے اور دولت کو عالمی سطح پر چند سو خاندانوں کی تجوریوں میں تیزی سے منتقل کر رہی ہے۔ جس اخلاقی بے راہ روی نے یورپ اور امریکہ کے معاشروں کو تباہ کر کے رکھ دیا اس سمٹاؤ (گلوبلائزیشن) کی وجہ سے وہ اب مسلم معاشروں پر میڈیا کے ذریعے مسلط کی جا رہی ہے۔

جمہوری آزادی کے نام پر غریب ممالک بالخصوص مسلم ممالک میں سیاسی عدم استحکام پیدا کیا جاتا ہے تاکہ یہ اپنے ماضی کی طرف نہ جانے پائیں۔ یہ جمہوری آزادی جب ان ممالک میں معاشی صورتِ حال کو مخدوش کرتی ہے تو پھر ''معاشی استحکام'' پیدا کرنے والے عالمی ادارے ورلڈ بنک وغیرہ ان ممالک میں ''معاشی استحکام'' پیدا کرتے ہیں جس کی خاطر ان ممالک کو بھاری شرح سود پر قرض دیے جاتے ہیں۔ یہ قرضے کسی قسم کا سیاسی یا معاشی استحکام تو پیدا نہیں کر سکتے البتہ ملکوں کو سود کی قسطوں کی ادائیگی کی فکر میں مبتلا کر دیتے ہیں پھر اس معاشی استحکام کے لیے ان ممالک میں ایسے ''محبّ وطن طبقے'' کو اقتدار میں لایا جاتا ہے جو ان میں سے بیشتر قرضوں کو ہڑپ کرتا اور دنیا کے امراء کی صف میں جگہ بنانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔

یوں اس گلوبلائزیشن کے مسلط کردہ استحصال کے چنگل میں پوری

دنیا جکڑی جا چکی ہے۔ اس جکڑن کا مرکز کہاں ہے اوّل تو یہ بحث چھڑتی نہیں اگر کہیں چھڑتی ہے تو مسائل کی نشاندہی کے لے رازی وغزالی، رومی واقبال کے ایسے ''ورثا'' تلاش کر کے شریک بحث کیے جاتے ہیں جن کو نہ اپنے ماضی کا علم ہوتا ہے اور نہ ہی مستقبل میں تعمیر ملت کی تڑپ ان میں پائی جاتی ہے۔ یہ علمی بے چارے مسائل کا حل تو کیا بتائیں گے مسائل کی نشاندہی بھی نہیں کر پاتے۔ ایسے مفکرین کی زیارت T.V کے کسی بھی چینل یا اخبارات کے Paid لکھاریوں کی شکل میں کی جاسکتی ہے۔

انسانی معاشرہ کا خاصہ ہے کہ انسان ہی انسان کے لیے مسائل پیدا کرتا ہے اور انسان ہی انسان کے مسائل حل کرتا ہے۔ مسائل کے حل کا طریق کار یہ نہیں ہوتا کہ حالات وواقعات کے تسلسل کی کڑیوں میں سے کسی ایک کڑی کو لے کر اس پر غور وفکر شروع کر دیا جائے بلکہ مسائل کے حل کا صحیح طریق کار یہ ہوتا ہے کہ دیکھا جائے۔

① ...... یہ مسئلہ کس نے پیدا کیا اور کیوں کیا؟

② ......اس کا ماضی سے کیا تعلق ہے؟

③ ...... کیا ماضی میں یہ مسئلہ پیدا ہوا، کس نے پیدا کیا تھا اور کس نے اس کا حل ڈھونڈا۔

④ ......اب اس کا حل کیا ہوسکتا ہے؟

قوموں کے درمیان آج کے تمام اختلافات کی بنیاد ماضی کے اوراق میں موجود ہے اس دور کا نہایت متنازعہ امریکی مصنف سیموئیل پی ہننگٹن اپنی تصنیف ''تہذیبوں کا تصادم'' میں کہتا ہے کہ ''سب سیاست دانوں اور سکالرز کو یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ سب سے خطرناک دشمنیاں دنیا کی تہذیبوں میں شروع سے موجود ہیں۔'' [ہنٹگٹن پی سیموئیل ''تہذیبوں کا تصادم''، ص:۱۲، تلخیص وترجمہ عبدالمجید طاہر]

یہ اختلاف تہذیب وتمدن کا اختلاف ہوتا ہے۔ مثبت تہذیبی رویے رکھنے والے افراد واقوام قوموں کے دکھوں کا مداوا ہوتے ہیں جب کہ منفی تہذیبی رویے رکھنے والے افراد واقوام کا کام مسائل پیدا کرنا ہوتا ہے۔ خدا خوفی، محنت، ایثار، عدل اور مساوات مثبت تہذیبی رویے ہیں جب کہ خدا سے بے خوفی، کاہلی، ہوس زر، ظلم اور نسلی تعلّی منفی تہذیبی رویے کہلاتے ہیں۔ خالق کائنات نے قوموں کا عروج مذکورہ بالا (اخلاق حسنہ کے) پانچ اصولوں میں رکھا ہے۔ ان عناصر خمسہ کی تشریح کا حق بھی اسی کو ہے جس نے یہ اصولِ خمسہ بیان کیے ہیں۔ اس بناء پر ان کی تشریح بھی وہی مفید ہوگی جو شارح خود کرتا ہے۔ عروج اقوام کے ان عناصر خمسہ کی کوئی من پسند تشریح کرنے کا انسان کو اختیار نہیں ہے۔ قومیں جب زوال کی طرف لپکتی ہیں تو ان عناصر کی خلاف ورزی ہی کھلے بندوں نہیں کیا کرتی ہیں بلکہ ان عناصر کی تشریح وتوضیح بھی اپنی مرضی سے کر کے ان کو پھر (Isms) ازمز کا نام دیتی ہیں۔ بداخلاقی، آزادروی کو (Liberlism) کا جامہ پہنایا جاتا ہے۔ خدا سے بے خوفی کو انسانیت (Humanism) کی شکل دی جاتی ہے۔ احکامِ الٰہیہ سے کبھی عقلیت پسندی (Rationalism) کے نام سے چھٹکارا حاصل کیا جاتا ہے اور کبھی اسے روشن خیالی (Enlightenment) کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اخلاقِ حسنہ کے اصولِ خمسہ سے براہِ راست جان چھڑانے کی بجائے، ترقی اور تجدد کا نعرہ بلند کر کے، بدلتے حالات کے تقاضوں کی تکمیل کی خاطر یا نظریہ ضرورت کی بنا پر کیا جاتا ہے اور یہ سب کچھ صرف مادی آسائش کے حصول کی خاطر کیا جاتا ہے۔ انسان کی سماجی، اخلاقی اور روحانی قدروں کو جو دراصل انسانیت ہی کے مختلف پہلو ہیں کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

انسانی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ یہ معاشرتی انارکی اخلاقی ضابطوں کی خلاف ورزی اور مختلف ازمز کی تخلیق ماضی میں یہودی قوم کے سیاہ کارناموں میں سے ایک ہے۔ اس قوم کی پوری تاریخ اللہ کی کھلم کھلا نافرمانی، نسلی تعلّی، ہوس زر، قتل وغارت گری اور ظلم سے عبارت ہے۔ ان بدکرداریوں کی بدولت یہ قوم ماضی میں ہر نبی کی بددعاؤں اور پھر اس کے نتیجے میں اللہ کے عذاب کی مستحق بنی ہے۔ اسی بدکرداری کا ہی نتیجہ ہے کہ دنیا کی دو بڑی الہامی کتب قرآن اور بائبل اس قوم کی مذمت میں متفق ہیں۔ اپنے زمانہ رسوائی (Diaspora) میں یہ ہر قوم کے ہاں نفرت کی نظر سے دیکھی جاتی رہی حتی کہ آج اسرائیل کے مربی

محسن امریکا میں جب 1789ء میں امریکی دستور بنا تو اس وقت کے امریکی صدر بنجامین نے یہودیت کو امریکا کے لیے سب سے بڑا خطرہ قرار دیا تھا اور حقیقت بھی یہ ہے کہ آج کی دنیا کے ہر فساد میں دراصل یہودی شیطانی ذہن کام کر رہا ہے زار روس کے خلاف بغاوت اور عیسائیوں کے قتل میں یہی ہاتھ تھا۔

بینک آف انگلینڈ کی شکل میں برطانوی معاشیات کے مالک یہی ہیں امریکی میڈیا پر مکمل کنٹرول ان کا ہے۔ دنیا میں سونے کی تجارت ان کے قبضے میں ہے۔ مشرقِ وسطیٰ میں اسرائیل کے قیام کے بعد سے عالمی حالات اتنی تیزی سے خراب ہونا شروع ہوئے ہیں کہ اس سے پہلے ایسا فساد انسانی تاریخ میں دیکھنے میں نہیں آتا۔ اس کی بنیادی وجوہات اس قوم کے ماضی میں پوشیدہ ہیں جن کا مطالعہ ضروری ہے۔

اس قوم کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی نسلی تعلّی کا تصور ہے جس کے مطابق یہ قوم دنیا کی سب سے اہم اور اللہ کے ہاں پسندیدہ ترین قوم ہے۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ آخرت کی نجات صرف ان کے لیے مخصوص ہے غیر اسرائیلی اخروی نجات نہیں پائیں گے۔ اور یہ کہ ابراہیم کسی یہودی کو جہنم میں نہ جانے دیں گے۔

جو قوم فکری طور پر اس حد تک تنگ نظر ہو اس قوم سے کیونکر توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ کسی عالمگیر مساوات کا پیغام دنیا کو دے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تاریخ میں عالمگیریت اور مساوات کا تصور ناپید ہے۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پوتے حضرت یوسف علیہ السلام بھائیوں کی سازشوں کی وجہ سے مصر پہنچا دیے گئے وہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو اقتدار عطا فرمایا تو اس دوران عراق میں قحط پڑا تو آپ کے بھائی غلے کی خاطر مصر گئے اور بعد از تعارف یہ سب بارہ بھائی مستقل طور پر قیام پذیر ہو گئے۔

ایک مدت تک (۴۵۰ سال) مصر میں رہتے رہے حتیٰ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا تصور بھی مصریوں کے ذہنوں سے نکل گیا۔ جب مصر میں اسرائیلیوں کی تعداد بہت بڑھی تو مقامی لوگوں کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ ان کی یہ کثرت کہیں مقامیوں کے لیے نقصان دہ نہ ہو۔ اس لیے مصری ان سے بیگار لینے لگے اور ان کی شرح پیدائش کم کرنے کے لیے دایوں سے کہا گیا کہ وہ پیدا ہونے والے اسرائیلی بچوں کو مار دیا کریں۔

یہ گویا ایک قسم کی خاندانی منصوبہ بندی کا پروگرام تھا جو بنی اسرائیل کے خلاف متعارف کرایا گیا مصریوں نے اسرائیلیوں کی تعداد یوں کم کرنے کا کیوں سوچا۔ عمرانیات کے اصول اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس قسم کا تناؤ اس معاشرے میں ہوتا ہے جہاں دو مختلف تہذیبیں بالمقابل ہوں۔ اگر تہذیبوں کا تعلق باہمی تعاون کی کیفیت اختیار کر لے تو یہ تناؤ ختم ہو جاتا ہے۔ اسرائیلیوں نے یقیناً اس سوسائٹی میں اپنی تہذیبی شناخت قائم رکھنے کی کوشش کی ہوگی (جیسا کہ اس وقت اسرائیل کر رہا ہے) جس کے نتیجے میں مقامی لوگوں نے ان کے بارے میں یہ رویہ اختیار کیا ہوگا۔

بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام اسرائیلیوں کے لیے ایک نجات دہندہ بن کر آئے۔ فرعونی مظالم سے نجات دلانے کے لیے بحکم خدا ان کو لے کر رات کی تاریکی میں دریائے قلزم کے کنارے پہنچے کہ پیچھے سے فرعون فوج لے کر آ گیا۔ اب یہ پریشان ہوئے بحکم خدا موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی پانی میں ماری پانی پھٹ گیا اور بنی اسرائیلی پانی کے درمیان سے گزر کر دوسرے کنارے پہنچ گئے۔ فرعون لشکر کے ساتھ جب سمندر کے بیچ اترا تو پانی مل گیا اور فرعون بمعہ لشکر ختم کر دیا گیا۔ اس واقعہ کے اتنے حصے پر قرآن اور بائبل دونوں متفق ہیں۔ لیکن بائبل کا اس واقعے کا پس منظر کچھ اور ہی بتاتی ہے اور وہ یہ کہ فرعون کی اجازت سے موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر نکلے تھے ''لیکن موسیٰ کے حکم سے (بائبل کے بیان کے مطابق جس کی ہم تائید نہیں کرتے) بنی اسرائیلیوں نے مصریوں سے ان کے سونا چاندی کے زیور مانگے اور یوں انھوں نے مصریوں کو لوٹ لیا۔''

غلامی کا چار سو پچاس سال کا عرصہ گزار کر فرعون کی اجازت سے اگر بنی اسرائیلی نکلے ہیں اور ان کے زیورات لے کر چلے ہیں۔ تو اب فرعون ان کے قتل کے درپے مذہبی اختلاف کی وجہ سے تھا یا اس لوٹ کی وجہ سے ان سے اپنی قوم کا نقصان پورا کرنا اور ان کو اس جرم (احسان فراموشی) کی سزا دینا چاہتا تھا۔ یہ فیصلہ قارئین کریں۔

موسیٰ علیہ السلام کی سرپرستی میں صحرائے سینا میں من وسلویٰ کے کھانے کا لطف لینے لگے اب یہاں انھیں وہ مصری متمدن معاشرہ یاد آیا تو اللہ سے شہری زندگی کا عیش وتنعم مانگنے لگے جس پر اللہ تعالیٰ نے انھیں ارض مقدس (شام) میں داخلے کا حکم دیا اور کہا کہ وہاں کے لوگوں سے لڑو اور اس لڑائی میں تم کامیاب ہوگے (یہ نوید فتح بھی سنادی)۔لیکن اسرائیلی یہ بات بھول گئے کہ کسی بڑی سے بڑی اظہار خواہش کے لیے کسی جدوجہد کی ضرورت نہیں ہوتی۔میدانِ جنگ میں لڑنے اور پھر جیتنے کے لیے خواہشات کی نہیں کچھ اعلیٰ اخلاقی قدروں کی ضرورت ہوتی ہے ان میں سب سے پہلی اور اہم چیز حاکمانہ مزاج ہوتا ہے جو فتح اور اقتدار کی خواہش پیدا کرتا ہے اور پھر شجاعت جو میدان جنگ میں فتح کرنے کے لیے ضروری ہے۔کہاں مزاج کی یہ اولوالعزمی اور کہاں چار سو پچاس سال غلامی کی زندگی گزارنے والی محکومانہ سفلی ذہن والی قوم۔

اسی وجہ سے اللہ کی طرف سے نوید فتح کے باوجود لڑنے کے لیے تیار نہ ہوئے اور قرآن کی زبان میں موسیٰ علیہ السلام کو صاف جواب دیا:

﴿ **اذهب انت وربك فقاتلا** ﴾ [القرآن ۵:۲۳]

تب ساری جماعت موسیٰ سے کہنے لگی اے کاش ہم مصر میں مر جاتے......خداوند کیوں ہم کو اس ملک میں لے جا کر قتل کرانا چاہتا ہے۔ ہمارے بچے اور بیویاں لوٹ کا مال ٹھہریں گے۔ پھر باہم مشورہ کرنے لگے کہ آؤ کسی کو اپنا سردار بنالیں اور واپس مصر لوٹ چلیں۔

متمدن زندگی کی خواہش کرنے کی بناء پر ان کو ایک مکمل آئین دے دیا گیا تا کہ مومنانہ تمدن بھی تخلیق کرسکیں۔

اس آئین میں سب سے پہلی تعلیم توحید کی تھی اور شرک سے مکمل اجتناب کا حکم تھا۔ایک خدا کا عقیدہ دیا۔

شرک سے منع کیا۔شرک کی سزا قتل بیان کی گئی۔

چوری، زنا، جھوٹی گواہی، پڑوسی کی بیوی اور مال کا لالچ نہ کرنے اور ماں باپ کی عزت کا حکم دیا گیا۔

باہمی معاملات میں عدل کا حکم دیا اور عدل کے قیام میں امیر وغریب کے فرق کے خاتمہ کا حکم دیا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم بڑے صاف اور واضح انداز میں دیا۔

سفاکیت اور قتل سے روکا گیا دیگر اقوام کے ساتھ لڑائی میں معصوم بچوں، عورتوں کا قتل ان کو گرفتار کر کے غلام بنانا مال متاع کو لوٹنا ان کا مزاج تھا اس سے منع کیا (آج عربوں کے بارے میں ان کا سفاکانہ رویہ ان کے تاریخی کردار کا حصہ ہے۔)

بڑے بیٹے کی قربانی کا تصور ان کا مذہبی شعار تھا۔

بائبل کے جز خروج میں بیان کردہ اس جملے کی تشریح یوں کی گئی ہے: ’’کہ اس قربانی کی ابتداء کیسے ہوئی یہ کہنا مشکل ہے تاہم ان سے پہلے مصریوں میں یہ تصور پایا جاتا تھا لیکن یہودیوں کی پرانی عمارات کی کھدائی کے دوران بچوں کی ہڈیوں کی برآمدگی یہ بتاتی ہے کہ یہ رسم یہودیوں میں بھی معروف تھی۔‘‘

لیکن اس قوم نے اس کے برعکس کیا چوری کے زیوروں کو ڈھال کر بچھڑا بنایا اور اس کی نسبت نبی وقت حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف کردی۔

حطیم میں رہنے لگے اور دیگر قوموں کی عورتوں کے حسن پر فریفتہ ہو کر بت پرستی شروع کردی۔شرک اور زنا دو جرم بیک وقت شروع کیے۔ یہی نہیں بلکہ ان ظالموں نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی موجودگی میں جرائم میں مجاھرت شروع کردی۔ چناں چہ ایک موقعہ پر جب کہ موسیٰ علیہ السلام خیمہ اجتماع میں لوگوں کو ان کے جرائم پر ڈانٹ ڈپٹ کر رہے تھے۔ایک اسرائیلی ایک مدائنی عورت کو بغرض زنا لے کر علیحدہ خیمے میں چلا گیا جس پر حضرت ہارون علیہ السلام نے دونوں کو قتل کیا۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے دونوں کو قتل اس لیے کیا کہ شریعت موسوی میں زنا کی سزا سنگسار (قتل) تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں بدویانہ زندگی سے یہ قبائلی سسٹم کی طرف آتے ہیں اور اسی قبائلی سسٹم کے آخر میں یہ ایک منظّم سٹیٹ کی شکل میں رہنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔ چناں چہ نبی وقت حضرت سموئیل علیہ السلام کے حضور اس خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ ان پر کسی

کو حاکم مقرر کیا جائے۔ نبی وقت بحکم ربّ العالمین طالوت کو ان کا حکمران نامزد کر دیتے ہیں۔لیکن یہ اس حکمرانی کو تسلیم نہیں کرتے۔

یہاں پر سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ اس حکم الٰہی کو جس کو نبی وقت نافذ کرتا ہے یہ کیوں تسلیم نہیں کرتے۔ اس سوال کا جواب سمجھنے کے لیے ہمیں اس دور میں ان کے خود ساختہ تمدنی اصول دیکھنا ہوں گے ان لوگوں نے اپنے تمدنی اصولوں میں ایک تمدنی اصول یہ بنایا تھا کہ مذہبی سیادت بنولادی کے پاس رہے گی۔

اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنولادی سے تھے جب کہ موسیٰ علیہ السلام مذہبی ہی نہیں سیاسی حکمران بھی تھے۔ اس کے برعکس سیاسی حکمرانی بنو یہودہ کے لیے مخصوص ہوگی۔

یہ اور بات ہے کہ اس مذہب وسیاست کی تقسیم کے فارمولے کو بعدازاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا گیا کہ یہ اصول انھوں نے یوں بیان کیا تھا:

"Pay the Emperor what belongs to Emperor Pay God what belong to God."

''بادشاہ کا حق بادشاہ کو دو اور خدا کا حق خدا کو۔''

[جاری ہے]



خطبہ جمعۃ المبارک

جامع اہل حدیث چوک دالگراں لاہور میں ۸ مئی ۲۰۰۹ء کا خطبہ جمعۃ المبارک مولانا قاری عبدالوکیل صدیقی صاحب (مدیر جامعہ محمدیہ خان پور) ارشاد فرمائیں گے۔

[شہادت طور منیجر تنظیم اہل حدیث لاہور]

خطبہ جمعۃ المبارک

میاں محمود عباس صاحب مدیر (جامعہ مدنیہ پتوکی) یکم مئی ۲۰۰۹ء کا خطبہ جمعۃ المبارک جامع مسجد رحمانیہ شوالہ چوک سنگھ پورہ لاہور میں ارشاد فرمائیں گے۔ان شاءاللہ

[حافظ محمد عبداللہ وحافظ عبدالرحمٰن نعیم]

ڈاکٹر عظیم الدین زاہد لکھوی کی جامعہ ابراہیمیہ (کنگن پور) آمد

ڈاکٹر عظیم الدین زاہد لکھوی (ناظم سیاسیات مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان) ۱۰۔اپریل ۲۰۰۹ء بروز جمعۃ المبارک جامعہ ابراہیمیہ کنگن پور میں تشریف لائے۔

یہاں انھوں نے پروفیسر مولانا محمد ابراہیم خادم قصوری کی عیادت کی اور جماعتی سلسلے میں تبالہ خیال کیا۔اس موقع پر بہت سے جماعتی احباب موجود تھے۔ بعدازاں مہمانوں کے اعزاز میں عصرانہ دیا گیا۔

[صاحبزادہ محمد اسحاق خادم ومرکزی جمعیت اہل حدیث کنگن پور]

نئے مضمون نگار حضرات متوجہ ہوں

ہفت روزہ الاعتصام میں اشاعت کے لیے مضامین ارسال کرنے والے مضامین نگار حضرات درج ذیل باتوں کا ضروری خیال کیا کریں:

⊙......مضمون خوش خط، صاف ستھرا اور کاغذ کی ایک طرف لکھیں۔

⊙...... مدلل، حوالہ جات مکمل یعنی قرآن، حدیث، تفسیر اور تاریخ سے حوالہ جات دیتے وقت سورۃ، آیت نمبر، حدیث نمبر اور طبع وغیرہ کا ضرور ذکر کریں۔

⊙......بامقصد اور مثبت اندازِ فکر پہ مبنی مضامین ارسال کریں۔

⊙......اعلانات اور اشتہارات بھیجنے والے احباب بذریعہ خط اپنے لیٹر پیڈ پر لکھ کر بھیجا کریں۔

⊙......تقریبات اور جلسوں وغیرہ کی رپورٹیں شائع نہیں کی جائیں گی۔

امید ہے احباب الاعتصام کے ساتھ بھرپور تعاون فرمائیں گے۔ [ادارہ]

مولانا محمد حسین (بنگلہ گوگیرہ) کی وفات

مرکزی جمعیت اہل حدیث کے کارکن اور ظفر اقبال ظفر کیسٹ (اوکاڑا) کے ماموں مولانا ابوالفاروق محمد حسین (بنگلہ گوگیرہ والے) ۳۔اپریل ۲۰۰۹ء نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد اچانک وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اگلے روز صبح نو بجے بنگلہ گوگیرہ میں حضرت مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی شیخ الحدیث دارالحدیث اوکاڑا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ دارالحدیث کے اساتذہ طلبہ ساہیوال سے مولانا احمد یار صدیقی مقامی خطیب مولانا محمد یوسف اور شہر و مضافات سے کثیر تعداد میں احباب شریک جنازہ ہوئے۔ مرحوم نے پس ماندگان میں بھائی، بیوہ، چار بیٹے، چار بیٹیاں سوگوار چھوڑے ہیں۔

مرحوم دارالحدیث سے ۱۹۶۴ء میں فارغ التحصیل ہوتے اور تادم آخر دارالحدیث کی خدمت کرتے رہے اور دعوت وتبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ انھیں مولانا ابومحمد عبدالجبار کھنڈیلوی رحمہ اللہ کی خدمت کا شرف بھی حاصل رہا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے، آمین۔

[عبداللہ یوسف، ناظم دارالحدیث ساہیوال روڈ اوکاڑا]

درخواست دعائے صحت

ہمارا ایک عزیز طالب علم شدید علیل ہے اور میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہے۔ احباب سے التماس ہے کہ اس کی صحت کاملہ وعاجلہ کے لیے دعائے صحت فرمائیں۔

[(مولانا) قاضی محمد رمضان صدیقی خطیب منڈی بہاؤالدین]

کھیل

ہر اک شاخِ گل سے ہوا کھیلتی ہے
عروسِ چمن سے صبا کھیلتی ہے

مرے ولولوں کی وغا پروری سے
زمانہ کی آب و ہوا کھیلتی ہے

کبھی کاروانوں کے دل ڈولتے ہیں
کبھی شوخیٔ نقش پا کھیلتی ہے

کبھی رہروؤں کا مقدّر ہے برہم
کبھی نیتِ رہنما کھیلتی ہے

کہاں ڈوبتی کشتیاں آ رُکی ہیں
کہاں ہمت ناخدا کھیلتی ہے

نئے حادثے کروٹیں لے رہے ہیں
سفینوں سے موجِ بلا کھیلتی ہے

اُفق پر ستاروں کی خونیں قبا سے
غریبوں کی آہِ رسا کھیلتی ہے

خیالات کے سلسلے اُٹھ رہے ہیں
زبانِ قلم سے نوا کھیلتی ہے

[شورش کاشمیری]

02 تا 08 جنوری 2009ء......(1)......04 محرم الحرام 1430ھ